اردو زبان کے اچھے اشعار

بہ لحاظِ حروفِ تہجی
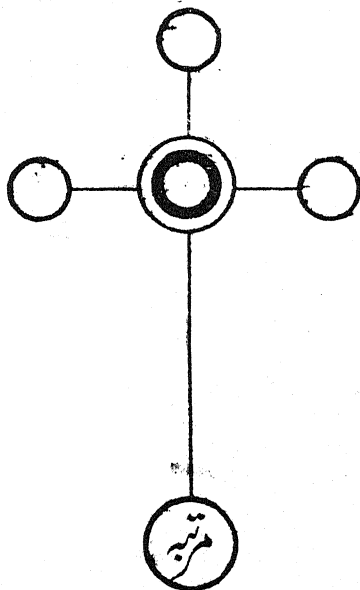
سید محمد عسکری باقری

نام مرتب :۔ سید محمد عسکری باقری
(ڈپٹی کلکٹر موظف)

باقری منزل 22-1-735 نورخاں بازار
حیدرآباد ۲۴- اے پی انڈیا

کتابت :۔ میرزا عادل نجمی

مطبع :۔ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

تعداد :۔ (۵۰۰) سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

ملنے کے پتے

(۱) مکانِ مرتب۔

(۲) سلمان بک سنٹر دارالشفاء

قیمت ۱۵ روپے

ا

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اب بھی دماغِ رفتہ ہمارا ہے عرش پر	گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا	میر تقی میر
ان نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا	کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا	״ ״
آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں	تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کا	ولی اورنگ آبادی
ایک دن ہاتھ لگایا تھا ترے دامن کو	اب تلک سر ہے خجالت سے گریباں کے بیچ	حاتم
ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے	خواجہ میر درد
اقرار میں کہاں ہے انکار کی یہ خوبی	ہوتا ہے شوق غالب اسکی نہیں نہیں پر	میر تقی میر
اک ہمیں خار تھے آنکھوں میں سبھی کے سو چلے	بلبلو خوش رہو اب تم گل و گلزار کے ساتھ	شیخ قیام الدین قائم
اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے	دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں	میر تقی میر
ان گل رخوں کی قامت لہکے ہے یوں ہوا میں	جس رنگ سے لچکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں	״ ״
آگے ہمارے کیا کریں دستِ طمع دراز	وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے	״ ״
اٹھتے نہیں پلک سے تا ہم تلک بھی آویں	پھرتی ہیں وے نگاہیں پلکوں کے سائے سائے	״ ״
اتنی نہیں ہے دیدہ درائی کہ غیر سے	آنکھیں لڑائیے نہیں آنکھیں دکھائیے	״ ״
ایک دم بھی نہ ملا ہم کو قرار	اس دل بے قرار کے ہاتھوں	میر غلام حسن حسن
اگر کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آئے	کہ ہم کو راہ میں اک آشنا نے لوٹ لیا	نظیر اکبر آبادی

مصرعۂ اول	مصرعۂ ثانی	شاعر
آپی کیا ہے اپنے گریباں کو ہم نے چاک	آپی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا	نظیر اکبرآبادی
امنڈ کے آنکھ سے اک بار بہہ چلے آنسو	ہنسی ہنسی میں جو ذکرِ وداعِ یار آیا	خواجہ حسن حسن
اک تو تھا آتشِ سوزاں بدنِ سرخ ترا	شعلہ بر شعلہ ہوا پیرہنِ سرخ ترا	خواجہ حیدر علی آتش
ایک شب بلبلِ بیتاب کے جاگے نہ نصیب	پہلوئے گل میں کبھی خار نے سونے نہ دیا	,, ,, ,,
امانت کی طرح رکھا زمیں نے روزِ محشر تک	نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تارِ کفن بگڑا	,, ,, ,,
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے	میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا	,, ,, ,,
اس بلائے جاں سے آتش دیکھیے کیونکر نبھے	دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوئے دوست	,, ,, ,,
اس قدر اہلِ جہاں کو ہے محبت زر کی	پیٹ میں مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا	,, ,, ,,
اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ولے	آج آتی شبِ فرقت میں تو احساں ہوتا	امام بخش ناسخ
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے	مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات	رو کر گذار یا اسے ہنس کر گذار دے	,,
آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل	رند لکھنوی
صدا دی کعبہ میں ناقوس دیر میں پھونکا	کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا	رضا برق
اس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا، کیا ذلیل	میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا	مومن خاں مومن
اللہ ری گمرہی بت و بت خانہ چھوڑ کر	مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ	,, ,,
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی	,, ,,

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت	دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ	شیفتہ
اسیر کرکے ہمیں حکم دے گیا صیاد	قفس ہو تنگ تو اٹھنے نہ بال و پر رکھنا	حبیبا علی بیگ منشی
اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں	اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں	آزردہ
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ	ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا	داغ دہلوی
اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار	اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت	حالی
اس لیے چپ ہیں کہ کوئی نہیں سننے والا	ورنہ کہنے کو سراپا لبِ گویا ہم ہیں	اعظم
اگر حد سے گذریں تو بیشک حرام	جو تھوڑی سی پی لی تو کیا ہو گیا	آزاد انصاری
اتر گئی سرِ بازار شیخ کی پگڑی	گرہ میں دام نہ ہوں گے ادھار پی ہوگی	ریاض خیرآبادی
اہلِ محشر دیکھ لوں قاتل کو تو پہچان لوں	بھولی بھالی شکل تھی اور کچھ بھلا سا نام تھا	کیفی
اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا	مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا	اقبال
اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی	جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی	״
آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بیباکی	اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی	״
اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو	خاموشی و دلسوزی سرمستی و رعنائی	״
آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن	آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے	حسرت موہانی
اترا کے آئینہ میں چڑاتے تھے میرا منہ	دیکھا مجھے تو جھینپ گئے منہ چھپا لیا	کی ی احمد ندو شوق
اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا	زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا	فانی بدایونی

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
اک برق سرِ طور ہے لہرائی ہوئی سی	دیکھی ترے ہونٹوں پہ ہنسی آئی ہوئی سی	فانی بدایونی
آ اے گلِ فسردہ لگالوں تجھے گلے	تو بھی مری طرح سے لٹا ہے شباب میں	"
اسیروں میں بھی ہو جائیں کچھ آشفتہ سر پیدا	ابھی دیوارِ زنداں میں ہوا جاتا ہے، در پیدا	اقبال احمد سہیل
اس نگاہِ شرمگیں نے کر دیا رسوا ہمیں	ہائے وہ افسوں جو آخر کو فسانہ ہو گیا	رضا علی وحشت
اللہ اللہ حسن کی یہ پردہ داری دیکھیے	بھید جس نے کھولنا چاہا وہ دیوانہ ہوا	آزاد لکھنوی
اسیرانِ قفس پر ظلم تو صیاد کرتے ہیں	کہ ان کے پر کتر لیتے ہیں تب آزاد کرتے ہیں	محمد ناظر علی ناظر
انگلیاں اٹھنے لگیں دستِ حنائی پہ ترے	رنگ لائیگا ابھی خونِ شہیداں کیا کیا	جعفر علی خاں اثر
اے ہمرہانِ دشتِ محبت چلے چلو	اپنا تو پائے شوق سلاسل میں رہ گیا	تلوک چند محروم
آپ ہیں ہم ہیں مئے ہے ساقی ہے	یہ بھی اک امرِ اتفاقی ہے	محمد نوح ناروی
اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل	ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا	جگر مرادآبادی
اب ان کا کیا بھروسہ وہ آئیں یا نہ آئیں	آ اے غمِ محبت تجھ کو گلے لگائیں	"
اے محتسب نہ پھینک ارے محتسب نہ پھینک	ظالم شراب ہے، ارے ظالم شراب ہے	"
آؤ جہاں برہم کریں پیدا نیا عالم کریں	تم جانِ حسن ہو اور ہم ہیں جانِ عاشقی	"
اس کا رونا نہیں کیوں تم نے کیا دل برباد	اس کا غم ہے کہ بہت دیر میں برباد کیا	شبیر حسن خاں جوش
آڑے آیا نہ کوئی مشکل میں	مشورے دے کے ہٹ گئے احباب	"
ابھی کچھ اور ہو انسان کا لہو پانی	ابھی حیات کے چہرے پہ آب و تاب نہیں	تاجور

ایسا نہ ہو یہ درد بنے دردِ لازوال	ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو	تبسم
انہیں دیکھا تو زاہد نے کہا ایمان کی یہ ہے	کہ اب انسان کو سجدہ روا ہونے کا وقت آیا	بشیر
آنکھوں میں ہے اک گورِ غریباں تمنا	ہر اشک میں اک شوق کی تربت نظر آتی	آنند نارائن ملا
اے نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم	بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمک داں ہو جائے	شاہ بیدم وارثی
ادائے حسن نے بخشی ہے طاقتِ پرواز	ہوائے شوق میں اڑتا ہوں بال و پر نے کہا	احمد سیر کاکوری
آزادی کی دھن میں ہیں شہر ہیں ترقی کے	ہر گام ہے پسپائی ہر وضع غلامانہ	صدیق مجنوں
امید تو بندھ جاتی تسکین تو ہو جاتی	وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا	چراغ حسن حسرت
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ دل آفت	یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا	" "
آنکھ تمہاری مست بھی ہے اور مستی کا پیمانہ بھی	اک چھلکے ساغر میں مے بھی ہے مینا بھی	ساغر نظامی
اک بار مجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا	سو بار جنوں نے تری تصویر دکھا دی	ماہر القادری
اک دلنشیں نگاہ میں اللہ یہ خلش	نشتر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جائے	محمد نیب
آنکھ میں آنسو لب پہ خموشی	دل کی بات اب راز کہاں ہے	ماہر القادری
ان لبوں کو تھا گستاخیوں کا حوصلہ	ہم نے تمام عمر بھر وہ ہم کو ترساتا رہا	اختر شیرانی
ہمیں کو عرضِ وفا کا تھا اشتیاق بہت	انہیں کو عرضِ وفا ناگوار گذری ہے	جواد علی عابد
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں	اے خدا دنیا میں تیری ورنہ کیا ہوتا نہیں	بابا محمد عرش
اک شہر میں اک آہوئے خوش چشم سے ہم کو	کم کم ہی سہی نسبتِ پیمانہ رہی ہے	مخدوم محی الدین

اس عہد میں بھی دولتِ کونین کے باوصف	ہر گام پہ اپنی جو کمی تھی سو کمی ہے	مخدوم محی الدین
آنسوؤں کو بھی پیا جرعۂ صہبا کی طرح	ساغرِ جام بنے دیدۂ پُرنم کیا کیا	اختر انصاری
ابھی آزادیٔ انساں ہے فریبِ انساں	دلِ انساں ہے نشانہ وہی انسانوں کا	ناہد عزیز روش
اتنا بھی ہوش کس کو مری جستجو میں تھا	کب سر جھکا کے گردشِ دوراں گذر گئی	روش صدیقی
اے موجِ بلا ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے	کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں	معین احسن جذبی
اک ایسا راز دیا ہے مجھے چھپانے کو	جسے وہ چاہیں تو خود بھی چھپا نہیں سکتے	”
اپنی ہستی کی حقیقت کیا ہیں دنیا پھونک دوں	کاش ایں یا دہ سوزِ غم جو پروانوں میں ہے	”
ان کی معصوم اداؤں پہ نہ جانا اے دل	سادگی میں بھی قیامت کا فسوں ہوتا ہے	آل احمد سرور
الحمد کہ تو آ گئے ہیں تری بزم سے بچ کر	کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں	فیض احمد فیض
اللہ اللہ کس قدر نازک ہے وہ دورِ حیات	جس میں پھولوں پر بھی کانٹوں کا گماں ہو کرتا	شمیم جے پوری
اک فصلِ گل کو لے کے تہی دست کیا کریں	آئی جو فصلِ گل تو گریباں بھی چاہیے	حبیب احمد صدیقی
اک عقیدت ہے وضعداری ہے	بے وفا سے نباہ کرتے ہیں	روحی الہ آبادی
آنکھوں کی نیند دل کا سکوں خواب ہو گیا	میں سوچتا ہوں یہ بھی کوئی زندگی ہوئی	احسان دانش
آگ بھی ان گھروں کو لگتی ہے	جن گھروں میں چراغ جلتے ہیں	اقبال صفی پوری
ان کا ذکر ان کی تمنا ان کی یاد	وقت کتنا قیمتی ہے آج کل	شکیل بدایونی
الکشیریہ زخمِ ترکِ محبت خدا گواہ	گزرا چلا گیا ہوں دیارِ حبیب سے	”

اُن کا آنا حشر سے کچھ کم نہ تھا	اور جب پلٹے قیامت ڈھا گئے	نثار احمد نثار
اے حریص میکدہ خونِ زندگی نہ پی	تو شراب اگر پئے تجھ کو پارسا کہوں	نشور واحدی
اغیار کو گل پیرہنی ہم نے عطا کی	اپنے لئے پھولوں کا کفن ہم نے بنایا	,, ,,
اک نیم تبسم سے ہوتا ہے چمن زندہ	عیسیٰ نفسی سیکھے غنچہ دہنی پہلے	,, ,,
اہلِ کمال کا ہے پتہ تیرگیٔ غم	ڈھونڈو وہیں چراغ اندھیرا جو گھر ملے	,, ,,
آغاز محبت ہے اور دل یوں ہاتھ سے نکلا جاتا ہے	جیسے کوئی الہڑ کا آنچل ڈھلکا جائے سرکا جائے	,, ,,
آگے جبینِ شوق تجھے اختیار ہے	یہ دیر ہے یہ کعبہ ہے یہ کوئے یار ہے	,, خمار
اے دوست آ کبھی جا کہ میں تصدیق کر سکوں	سب کہہ رہے ہیں آج فضا خوشگوار ہے	,,
اک کوزہ میں سما جائیگا دریا کیونکر	کس طرح رکھ کے لفافہ میں تمنا بھیجوں	ادا جعفری
اے دوست ہم نے ترکِ محبت کے باوجود	محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی	رضا ناصر
آئی تھی چند گام ابھی بیوفا کے ساتھ	پھر عمر بھر کو بھول گئی زندگی ہمیں	جاوید کمال
آنکھوں کا تو کام ہی ہے رونا	یہ گریہ بے سبب پہ پیارے	
اے بادِ صبا ہم تو جب جانیں بہار آئی	سوسن میں ہو گویائی نرگس میں ہو بینائی	رشید کوثر

ب

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے اے غافل	گھٹی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اور تو نہیں چیتا	محمد شاکر ناجی
بے وفا تیری کچھ نہیں تقصیر	مجھ کو میری وفا ہی راس نہیں	سید محمد میر اثر
بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ	اب توقع نہیں رہائی کی	میر
بیخودی ہیں ہم تو تیرا در سمجھ کر جھک گئے	اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بتخانہ تھا	طالب جے پوری
بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا	آتش
بے نیازی سے فریب بت عیار نہ دے	ہم نہ مانیں گے خدا صورت انساں ہوگا	رر
بتوں کو چاہ کے ہم تو عذاب ہی میں رہے	شب فراق کٹی روز انتظار آیا	رحیم الدین حیا
بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی	لیجئے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دل میں	وزیر علی صبا لکھنوی
بت کریں آرزو خدائی کی	شان ہے تیری کبریائی کی	سید محمد خان رند لکھنوی
بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم	الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا	غالب
بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ	کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی	رر
بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر	یہ اہل مروت ہیں تقاضا نہ کریں گے	شیفتہ
بت کو بت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں	ہم بھی دیکھیں کہ تجھے دیکھ کے کیا کہتے ہیں	داغ
بات کرنی تک نہیں آتی نہ تھی	یہ ہمارے سامنے کی بات ہے	رر

برق نے اک طرزِ بیتابی مگر سیکھا تو کیا	سینکڑوں باتیں ہیں ایسی خاطرِ ناشاد میں	اصغر علی نسیم لکھنوی
بلایا موت کو برسوں میں التجا کر کے	خدا کے پاس چلا ہوں خدا خدا کر کے	بیخود دہلوی
بند کی آنکھیں تو پایا تجھ کو اے پردہ نشیں	وسعتِ حدِ نظر سے دور لیکن دل کے پاس	جلیل مانکپوری
بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی	کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی	،، ،،
بچپن سے ہی یہ کہتے ہیں انداز آپ کے	جو اہلِ دل ہیں وہ ہمیں دلبر بنائیں گے	،، ،،
بلا سے ہو پامال سارا زمانہ	نہ آئے تمہیں پاؤں رکھنا سنبھل کر	ثاقب قزلباش لکھنوی
باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے	جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے	،، ،،
باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں	کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر	اقبال لاہوری
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق	عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی	،، ،،
بزمِ اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے	ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا	حسرت موہانی
برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے	ہم نے اس شوخ کو مجبورِ حیا دیکھا ہے	،، ،،
بھلا وہ خاطرِ آزردہ کی تسکین کیا جانیں	جنہوں نے خود نمائی خود پرستی زندگی بھر کی	وحید الدین سلیم
بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ بانکپن اچھا	عدو سے بے تکلف مل گئے یہ سادگی اچھی	رضا علی وحشت
بری سرشت نہ بدلی جگہ بدلنے سے	چمن میں آ کے بھی کانٹا گلاب ہو نہ سکا	آرزو لکھنوی
بجھنے کے حال تو پوچھتے ہیں آتش تو بجھنے دو	جس سے بڑھے بے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو	،، ،،
بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا	خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا	یاس یگانہ چنگیزی

بس ایک سایۂ دیوارِ یار کیا کم ہے	اٹھا لے سر سے مرے سایہ آسماں اپنا	یاس یگانہ چنگیزی
بجھتی ہی نہیں اب کسی صورت سے مری پیاس	شاید مرا مقصد ہی مری تشنہ لبی ہے	جگر مراد آبادی
بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر	وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گذرے	״
بڑی دولت ہے دنیا کا کسی پر مہرباں ہونا	مگر دنیا یہ دنیا ہے کسی پر مہرباں کب تک	جوش ملیح آبادی
بہت قریب کہیں مسکرا رہا ہے کوئی	رگِ جنوں ہے رگِ گل ہے یا رگِ جاں ہے	فراق گورکھپوری
بہت لطیف ہیں کیفیتیں محبت کی	وہ بوالہوس ہے جو کرتا ہے جیب و دامن چاک	احسان اعظم گڑھی
برق ناحق چمن میں ہے بدنام	آگ پھولوں نے خود لگائی ہے	آنند نرائن ملا
بیخود ایسا کیا خوفِ شبِ تنہائی نے	صبح سے شمع جلا دی ترے سودائی نے	جعفر حسین جعفری لکھنو
بہکی بہکی نگہِ ناز خدا خیر کرے	حسن میں عشق کے انداز خدا خیر کرے	״
بہار آئی ہے بلبل دردِ دل کہتی ہے پھولوں سے	کہو تو میں بھی اپنا دردِ دل تم سے بیاں کر لوں	اختر شیرانی
بہاریں سمٹ آئیں کھل جائیں کلیاں	جو ہم تم چمن میں کبھی مسکرا دیں	״
بھلا چکی دل شامِ غربت ہر ایک صورت	ہماری آنکھوں میں لیکن اب تک فروغِ صبحِ وطن ہے باقی	״
بوئے خوں آتی ہے صحرائے تمنا سے مجھے	کھیلتا ہو دلِ وحشی کا شکار آج کی رات	سید عابد علی عابد
برق تھا اضطرابِ دل لیکن	آرزوؤں کا باغ جل نہ سکا	عرش ملسیانی
بادہ کشی حرام ہے یا زندگی حرام	تصدیق کر رہا ہوں غمِ روزگار سے	عبد الحمید عدم
بے صحبتِ رخسار اندھیرا ہی اندھیرا	گو جام وہی ہے وہی میخانہ وہی ہے	مخدوم محی الدین

بھولے ہوئے ہوں گے وہ تجلی کی حکایت	وہ تذکرۂ داغِ جگر یاد تو ہوگا	نہال سیوہاروی
بہر حالت بتوں کو پوجتے ہیں	بہر صورت ہمارا بھی خدا ہے	شاد عارفی
بہت مشکل ہے دنیا کا سنورنا	تری زلفوں کا پیچ و خم نہیں ہے	اسرار الحق مجاز
باعثِ رشک ہے، تنہا روی رہروِ شوق	ہم سفر کوئی نہیں دوریٔ منزل کے سوا	سردار جعفری
بس ایک موجِ تبسم بس اک فریبِ نشاط	خزاں نصیب بہاروں کی زندگی کیا ہے	آل احمد سرور
باغباں ہوش کہ برہم ہے مزاجِ گلشن	ہر کلی ہاتھ میں تلوار لئے پھرتی ہے	فیض احمد فیض
بجز ترے کوئی موضوعِ گفتگو ہی نہیں	عجیب حال ہے ترکِ تعلقات کے بعد	شمیم جے پوری
بھٹک رہا ہے دھندلکوں میں کاروانِ خیال	بس اب خدا کیلئے کاکلیں سنوارو بھی	احمد ندیم قاسمی
بہار جب بھی چمن میں دیئے جلاتی ہے	ہجومِ گل سے مجھے تیری آنچ آتی ہے	" "
بڑی امید لگائے ہوں شامِ غم سے مگر	جو شامِ غم بھی بسر ہوگئی تو کیا ہوگا	بہزاد لکھنوی

بڑی امید لگائے ہو شامِ غم سے مگر	جو شامِ غم بھی بسر ہوگئی تو کیا ہوگا	بہزاد لکھنوی

بد ہاتھ میں شکست ظفر نیک ہاتھ میں	اٹھی ہاتھ کٹ کر جا گرا ہاتھ ایک ہاتھ میں	انیس

پ

پگڑی اپنی سنبھالیے گا میر	اور بستی نہیں یہ دلی ہے	میر
پایا ہے مرے دل نے محبت کے صلے میں	زخموں سے مہکتا ہوا گلزار تمنا	″
پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے	جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے	″
پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں	اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی	″
پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے	حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے	ذوق
پاس دیں کفر میں رہا ملحوظ	بت کو پوجا خدا خدا کر کے	سید محمد خاں رند لکھنوی
پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق	آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا	غالب
پنہاں تھا دام سخت قریب آشیانے کے	اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے	″
پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے	پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے	″
پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انساں	سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے	اکبر الہ آبادی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل	عشق گر مصلحت اندیش ہو تو خام بھی ہے	اقبال لاہوری
پہونچی یہاں بھی شیخ و برہمن کی گفتگو	اب میکدہ بھی سیر کے قابل نہیں رہا	اقبال احمد سہیل
پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام	اب کوئی بار خاطر محفل نہیں رہا	یاس یگانہ چنگیزی
پیراہن خوش وضع سے آتی ہے لپٹ سی	ملبوس سے خوشبوئے بدن پھیل رہی ہے	فراق گورکھپوری

پائے صنم اور جبینِ حرم نواز	رسم و رواج شہر محبت نہ پوچھئے	اختر تلہری
پوچھنے والے بھری بزم میں قاتل کو نہ پوچھ	نام تیرا ہی اگر لے لیا سودائی نے	جعفر حسین منظر لکھنوی
پھر بلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے	تم بھی آجاؤ کہ باتیں کریں پیمانوں سے	مخدوم محی الدین
پژمردگیٔ گل پہ ہنسی جب کوئی کلی	آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے	محشر بدایونی
پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید	گراں ہے اب کے مئے لالہ فام کہتے ہیں	فیض احمد فیض
پھر نکلا ہے دیوانہ کوئی پھونک کے گھر کو	کچھ کہنی ہے ہر راہ ہر اک راہ گذر کو	〃 〃
پی لیا کرتے ہیں جینے کی تمنا میں کبھی	ڈگمگانا بھی ضروری ہے سنبھلنے کیلئے	احمد مجتبیٰ اُفق جونپوری
پھر وہی اختر شماری کا نظام	ہم تو اس تکرار سے اکتا گئے	احمد ندیم قاسمی
پھسلے ہوئے شیشوں سے دل کیتے بنا ہیں	جب جام کوئی ٹوٹا دیوانوں کے کام آیا	نشور واحدی
پستی زمیں سے ہے رفعت فلک سے قائم	میری خستہ حالی سے تیری کج کلاہی بھی	مجروح سلطانپوری
پھیلا فضا میں نغمۂ زنجیر مرحبا	زنداں میں گھٹ کے رہ گئی زندگی کی بات	پیام فتحپوری
پھر پلٹ کر نگاہ نہ آئی	تجھ پہ قربان ہوگئی ہوگی	سیف الدین سیف

ت

جن شاعروں کے نام کے نیچے لکیر لگائی گئی ہے ان کے وہ اشعار اور بھی زیادہ اچھے ہیں ویسے یہ تمام اشعار خود منتخب ہیں ۔

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے	جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے	خواجہ میر درد
تناسب پر اعضا کی اتنا تبختر	بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر	میر
تب عالم مستی کا مزہ ہے کہ پڑی ہو	گردن پہ مری اس بتِ مخمور کی گردن	انشاء
تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں	ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا	ظفر
تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ	اس میں کچھ شائبۂ خوبیِ تقدیر بھی تھا	غالب
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا	غالب
تڑپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شئے	اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر	امیر اللہ تسلیم لکھنوی
تم کو آتا ہے پیار پر غصہ	ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے	غالب
تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں	دو قدم کوچۂ رسوائی ہے	غالب
تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے	سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے	"
تعزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب	بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد	حالی

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں	کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں	شاد عظیم آبادی
توبہ سے ہماری بوتل اچھی	جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے	ریاض خیرآبادی
تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے	کسے دیکھوں نگاہِ واپسیں سے	״ ״
تم آؤ مرگِ شادی ہے، نہ آؤ مرگِ ناکامی	نظر میں اب عدم یوں بھی ہے اور یوں بھی	سراج الدین خاں سائل
تو راہرو ہے شوق کا منزل نہ کر قبول	لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول	اقبال
ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں	مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں	״
ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا	یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی	״
تحلیل ہو رہی ہے مری نور ہر نفس	تعمیر کائنات میں کام آرہا ہوں میں	سیماب اکبرآبادی
تاراجِ نشیمن کھیل سہی صیاد مگر اتنا سن لے	جب عشق کی دنیا لٹتی ہے تب حسن کا ماتم ہوتا ہے	اقبال احمد سہیل
ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی	زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی	اصغر گونڈوی
تو وہ قاتل ہے کہ ہر وار ترا رحمت ہے	میں وہ زخمی ہوں کہ ہر زخم ہے اک تازہ علاج	״
تمہیں بھی خبر ہے جو تم کہہ گئے ہو	خود اپنی اداؤں سے مسحور ہو کر	جگر مرادآبادی
تجاہل، تغافل، تبسم، تکلم	یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر	״
تم ہی نہیں ہو کچھ اے زرد پتو برباد	فریب خوردۂ رنگِ بہار ہم بھی ہیں	جوش ملیح آبادی
ترا وصال بڑی چیز ہے مگر اے دوست	وصال کو مری دنیائے آرزو نہ بنا	فراق گورکھپوری
تو نہ چاہے تو تجھے پا کے بھی ناکام رہیں	تو جو چاہے تو غمِ ہجر بھی آساں ہو جائے	״ ״

ترے کرم کے معاملہ کو ترے کرم ہی پہ چھوڑتا ہوں	مری وفائیں شمار کر دے مری وفا کا حساب کر دے	حفیظ جالندھری
تری برقِ تجلّی کے جلے ہم سے کوئی پوچھے	چمکتی ہے کہیں لیکن کہیں معلوم ہوتی ہے	مضطر خیرآبادی
تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جائے	ورنہ مشکل ہے کہ مشکل مری آساں ہو جائے	شاہ بیدم وارثی
تیرے بغیر تلخیٔ کام و دہن حرام	دردِ جگر ہے لذتِ دردِ جگر نہیں	ڈاکٹر محمد دین تاثیر
تری طرف سے دیا مدتوں فریبِ وفا	دل حزیں مگر اب بدگمان ہے مجھ سے	عندلیب شادانی
تم تو ہنسی کو کہتے تھے تم کو یہ کیا ہوا	دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جائے	اسیر کاکوروی
تشنگانِ ذوق! اس صحرائے ہستی سے الگ	پاؤں دھرو تو الٹتا ہے سمندر سامنے	〃 〃
تیرے نغموں سے ہے رگ رگ میں ترنم پیدا	عشرتِ روح ہے ظالم تری آواز نہیں	ساغر نظامی
تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں	یہ شرمیلی نظر کہہ دے تو کچھ گستاخیاں کر لوں	اختر شیرانی
تم افسانۂ قیس کیا پوچھتے ہو	ادھر آؤ ہم تم کو لیلیٰ بنا دیں	〃 〃
تخلیقِ کائنات کے دلچسپ جرم پر	ہنستا تو ہوگا آپ ہی یزداں کبھی کبھی	عبدالحمید عدم
تم جفا پر بھی تو نہیں قائم	ہم وفا عمر بھر کریں کیونکر	بیدل عظیم آبادی
تری نظر سے دلوں کے چراغ جل اٹھے	انہیں چراغوں سے دنیا نے روشنی پائی	واقف بریلوی
ترے جلوؤں کی خبر کہاں جو ہو پردہ در وہ نظر کہاں	ہیں ہزار ناظر گلستاں نہیں ایک محرم رنگ و بو	نہال سیوہاروی
تمہیں رہبر سمجھنا پڑ گیا ہے	ہماری بیکسی کی انتہا ہے	شاد عارفی
تسکینِ دلِ محزوں نہ ہوئی وہ سعیٔ کرم فرما بھی گئے	اس سعیٔ کرم کو کیا کہیے بہلا بھی گئے تڑپا بھی گئے	مجاز

تری لغزشوں کو کیا سلجھاؤں اے دوست
مری راہوں میں پیچ و خم نہیں ہیں
مسکین اکبرآبادی

تگ و تاز پیہم ہے میراث آدم
مرے منتظر کچھ جہاں اور بھی ہیں
حبیب احمد صدیقی

تسلیم ہے سعادت ہوش و خرد مگر
جینے کے واسطے دل ناداں بھی چاہیے
""

تیری منزل پہ پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحد عقل سے گذرے تو یہاں تک پہنچے
حفیظ ہوشیارپوری

تجربہ ہے کہ دشمنی اکثر
دوستی کے لہو سے پلتی ہے
احسان دانش

تمام وسعت کونین کو ڈبو دیں گے
چھلک گئے جو کہیں اس نظر کے پیمانے
اقبال صفی پوری

ترے قریب سے گذرا ہوں اس طرح کہ مجھے
خبر بھی ہو نہ سکی میں کہاں سے گذرا ہوں
جگن ناتھ آزاد

تو نے وہ سوز دیا ہے کہ الٰہی توبہ
زندگی آگ کے شعلے میں بسر ہوتی ہے
نثار اٹاوی

ترا کام سیر مدام ہے نہ کہ گلستاں میں ہے ٹھہرنا
یہ کلی کلی کے قریب سے تو کہاں سے باد سحر پڑی
نشور واحدی

تمہاری بے رخی نے لاج رکھ لی بادہ خانہ کی
تم آنکھوں سے پلا دیتے تو پیمانے کہاں جاتے
قتیل شفائی

تصویر بناتا ہوں تصویر نہیں بنتی
اک خواب سا دیکھا ہے تعبیر نہیں بنتی
خمار بارہ بنکوی

تاریخ کائنات عبارت جنوں سے ہے
عنوان عقل و ہوش ہے دیوانگی کی بات
پیام فتحپوری

تیری دنیا کیلئے ہوش و خرد ہیں درکار
ہم مگر ہوش و خرد ہی سے خفا رہتے ہیں
شیو نرائن جاوید

تمہیں اپنا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے
ساحر لدھیانوی

تصدق عصمت کونین اس مجذوب الفت پر
جو ان کا غم چھپا اور خود بدنام ہو جائے
اصغر خاشتری

تری نگاہ سے آخر خطا ہوئی دل کو
وہ اک خلش کہ غم دو جہاں سے ملتی ہے
سیف الدین سیف

تیری زلفوں کو چھیڑتی تھی صبا　　خود پریشان ہو گئی ہو گی

تری فراق کی باتیں کبھی نہ بھولیں گی　　مزے ملے انہیں راتوں میں عمر بھر کے مجھے

ترکِ الفت کو زمانہ ہوا لیکن اے دوست　　دل میں یادوں کے چراغ اب بھی جلا کرتے ہیں

تمیزِ خار و گل دستورِ گلچیں　　نگاہِ باغباں میں خار بھی ہے

تو قلب میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا　　میں جان گیا اب تری پہچان یہی ہے

ٹ

ٹھانی تھی جی میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم — مومن

ٹوٹے ہوئے خوابوں نے ہم کو یہ سکھایا ہے
دل نے جسے پایا تھا آنکھوں نے گنوایا ہے — شکیب بدر

ٹپکے جو اشک ولولے شاداب ہو گئے
کتنے عجیب عشق کے آداب ہو گئے — الطاف مشہدی

ج

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں	زندگانی کا کیا بھروسہ ہے	سراج الدین آرزو
جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق	نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم	نجم الدین آبرو
جوشِ جنوں کے ہاتھ سے فصلِ بہار میں	گل سے بھی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط	خواجہ میر درد
جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا	لگا کے برف میں ساقی صراحیِ مے لا	انشا
جز غم و درد و یاس و رنج و تعب	ہم نے دنیا میں آ کے کیا پایا	ظفر
جاتا ہے سوئے وادیِ غربت یہ حالِ زار	اہلِ وطن معاف ہو میرا کہا سنا	نواب علی خاں سحر
جنوں پسند مجھے چھاؤں ہے ببولوں کی	عجب بہار ہے ان زرد زرد پھولوں کی	ناسخ
جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے	کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور	غالب
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن	بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے	"
جو جیب رہے تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے	نہاں کروں تو گریباں دبائے دیتا ہے	پنڈت دیا شنکر نسیم
جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہوں نثار	بت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں	امانت لکھنوی
جذبۂ عشق سلامت ہے تو انشاء اللہ	کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے	داغ
جان دینے کے سوا اور بھی تدبیر کروں	ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سوا کہتے ہیں	میر مہدی مجروح
جہاں تک ہو بسر کی زندگی اعلیٰ خیالوں میں	بنا دیتا ہے کامل بیٹھنا صاحب کمالوں میں	شاد عظیم آبادی

جامِ مے توبہ شکن توبہ مری جام شکن	سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے	ریاض خیرآبادی
جی اٹھے حشر میں پھر جی سے گذرنے والے	یاں کبھی پیدا ہوئے پھر آپ پہ مرنے والے	״
جس دن سے حرام ہوگئی ہے	مے خلد مقام ہوگئی ہے	״
جب میں چلوں تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ دے	جب تم چلو زمین چلے آسماں چلے	جلیل مانکپوری
جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا	ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملیگا نماز میں	اقبال
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو	״
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں	بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں جاتا	״
جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر اندازِ شہنشاہی	״
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں	ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے	״
جنت میں خاک بادہ پرستوں کا جی لگے	نقشے نظر میں صحبتِ پیرِ مغاں کے ہیں	حکمت
جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا	پہچاننے لگا ہوں تمہاری نظر کو میں	اصغر گونڈوی
جوشِ شباب نشۂ صہبا ہجومِ شوق	تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصلِ بہار کو	״
جو سر پہ تاجِ سکندر بھی ہو تو دنیا میں	بشر کو چاہیے ہرگز نہ سر اٹھا کے چلے	تلوک چند محروم
جھوٹی ہے ہر ایک مسرت	روح اگر تسکین نہ پائے	جگر مرادآبادی
جاں سپنے کی مجھے عشق میں کچھ قدر نہیں	زندگی جیسے کہیں میں نے پڑی پائی ہے	سراج لکھنوی
جبیں پہ سادگی نیچی نگاہیں بات میں نرمی	مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظِ قاتل سے	جوش ملیح آبادی

جنابِ شیخ وضو کے لیے سہی لیکن	کسی بہانے لبِ جُو نکل ہی آتے ہیں	تاثیر ڈاکٹر محمد دین
جگر میں ٹیس لبِ ہنسنے پہ مجبور	کچھ ایسی ہی ہماری زندگی ہے	عندلیب شادانی
جو لوگ جان بوجھ کے نادان بن گئے	میرا خیال ہے کہ وہ انسان بن گئے	عبد الحمید عدم
جنت میں نہ مے ہے نہ محبت نہ جوانی	کس چیز پہ انساں بسر اوقات کرینگے	،، ،،
جب سے قریبِ زیست میں آنے لگا ہوں میں	خود اپنی مشکلوں کو بڑھانے لگا ہوں میں	خوشتر کھنداوی
جو بوالہوس تھے ہٹ گئے سہم گئے سمٹ گئے	جو ڈٹ گئے وہ عشق کو جیا کہتے آئے ہیں	فردوس لال بہار
جلا کر اک چراغِ ترکِ دنیا تو نے اے زاہد	فروغِ زندگی کو آہ کتنا مختصر جانا	روشن صدیقی
جس کو کہتے ہیں محبت جسکو کہتے ہیں خلوص	جھونپڑوں میں ہو تو ہو پختہ مکانوں میں نہیں	معین احسن جذبی
جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کسکو تھی	اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے	،، ،، ،،
جو آگ لگائی تھی تم نے اسکو تو بجھایا اشکوں نے	جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے	،، ،،
جنہیں خبر نہیں طوفاں کی زندگی کیا ہے	انہیں ہمارے تلاطم سے آگہی کیا ہے	آل احمد سرور
جگہ جگہ پہ تھے ناصح تو کو بہ کو دلبر	انہیں پسند انہیں ناپسند کیا کرتے	فیض احمد فیض
جب کوئی فتنۂ ایام نہیں ہوتا ہے	زندگی کا بڑی مشکل سے یقیں ہوتا ہے	حبیب احمد صدیقی
جب جوانی کی دھوپ ڈھلتی ہے	خود سری سر جھکا کے چلتی ہے	احسان دانش
جن کی دوری میں یہ لذت ہے کہ بنتا ہے دل	آ گئے وہ جو کہیں پاس تو پھر کیا ہو گا	شاعر لکھنوی
جو زندگی کیلئے زہر بھی ہے امرت بھی	بڑے ریاض سے وہ تلخی حیات ملی	احتشام حسین احتشام

جاگی جاگی ہوئی پلکیں وہ بہ آغوشِ جمال	دل کو آرام زیادہ تھا تو کم نیند آئی	تنویر واحدی
جو حدودِ صبح میں کٹ گیا اُسے اتفاقِ سحر کہو	میں وہی مسافرِ شام ہوں مرے راستے میں سحر پڑی	" "
جب تذکرۂ شعلہ رُخاں ہوتا ہے	دامنِ دل پہ سلگنے کا گماں ہوتا ہے	ظہیر کاشمیری
جل کے آشیاں اپنا خاک ہو چکا کب کا	آج تک یہ عالم ہے روشنی سے ڈرتے ہیں	خمار بارہ بنکوی
جیو تو ایسے جیو جیسے سب تمہارا ہے	مرو تو ایسے کہ جیسے تمہارا کچھ بھی نہیں	ساحر لدھیانوی
جاتا تو ہوں میخانے میں لیکن غمِ دوراں	ڈرتا ہوں کہ آجائے نہ ذکر وہاں بھی	وحید اختر

چ

چھیڑ مت بادِ بہاری کہ میں جوں نکہتِ گل	پھاڑ کے کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا	رفیع سودا
چلتے ہو تو چمن کو چلیے سنتے ہیں کہ بہاراں ہے	پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے	،،
چشمِ بد دور عجب خوش قد و قامت ہوگا	ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا	منشی کھورا بیتاب
چمن سے دور رہا اس قدر قفس میرا	کہ پہنچی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو	ظفر
چاکِ قفس سے دیکھ رہا ہوں رخِ چمن	صیاد سے نہیں ہوسِ بال و پر مجھے	،،
چند تصویرِ بتاں چند حسینوں کے خطوط	بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا	غالب
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا	چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر	غالب
چمک جگنو کی برقِ بے اماں معلوم ہوتی ہے	قفس میں رہ کے قدرِ آشیاں معلوم ہوتی ہے	سیماب اکبرآبادی
چین آئیگا کہاں دل کو خدا ہی جانے	دشت سے بھی ہے وحشت جو تھی گھر سے مجھے	رضا علی وحشت
چٹکی جو کلی کوئل کوکی الفت کی کہانی ختم ہوئی	کیا کس نے کہا کیا کس نے سنا یہ بات زمانہ کیا جانے	آرزو لکھنوی
چمک تم نے کبھی گیتی کے ذروں کی نہیں دیکھی	ستارے مسکراتے کیوں ہیں تیرے آسماں ہو کر	سراج لکھنوی
چراغ داغ کے دن سے جلائے بیٹھا ہوں	سنا ہے جو شبِ فرقت سیاہ ہوتی ہے	سید مرزا احسن لکھنوی
چاند ستاروں سے کب گیا پوچھو دن پھر پھرتے ہیں	وہ تو بچارے خود ہی بھکاری ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں	سید عابد علی عابد
چھپائے ہوں غمِ عشق اپنی رگ رگ میں	یہ چاک ہے مرے دامن کا آستیں تک ہے	نشتر کانپوری

چٹک رہی ہے کسی یاد کی کلی دل میں	نظر میں رقصِ بہاراں کی صبح و شام لیے	مخدوم محی الدین
چپ ہو گئے یوں اسیر جیسے	جھگڑے تھے تمام بال و پر کے	افضل باقی صدیقی
چمن پہ غارتِ گلچیں سے جانے کیا گذری	قفس سے آج صبا بیقرار گذری ہے	فیض احمد فیض
چھلکتے نہ دیکھی جو ساغر میں صہبا	سنا آج ساقی کو ہم یاد آئے	بہزاد لکھنوی
چمن کو روند گئے قافلے بہاروں کے	گلوں کا ذکر ہی کیا خار بھی نہیں باقی	قتیل شفائی
چاہے تن من سب جل جائے	سوزِ دروں پر آنچ نہ آئے	حفیظ میرٹھی
چاہا تھا ٹھوکروں میں گذر جائے زندگی	لوگوں نے سنگِ راہ سمجھ کر ہٹا دیا	سالک لکھنوی
چمن لٹا ہے خود اہلِ چمن کی سازش سے	کلی کلی ہے مگر محوِ خواب سی پھر بھی	احسن کلیم
چراغِ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے	ذرا نقاب ہٹاؤ بڑا اندھیرا ہے	ساغر صدیقی
چمن میں کھل گئیں نرگس کی آنکھیں	بیانِ خواب میں جھنکار بھی ہے	ضیاء الدین شکیب

ح

حسنِ عمل پہ اپنے نہ بھول اس قدر کہ شیخ	واں کے معاملہ کی کسی کو خبر نہیں	نول رائے وفا
حسرت پہ اس مسافرِ بےکس کی روئیے	جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے	غلام ہمدانی مصحفی
حساب اصلاً نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا	حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے	ذوق
حسرت سے اسکے کوچہ کو کیونکر نہ دیکھئے	اپنا بھی اس چمن میں کبھی آشیانہ تھا	شیفتہ
حادثاتِ دہر میں وابستہ ہیں اربابِ درد	لی جہاں کروٹ کسی نے انقلاب آ ہی گیا	محمد ہادی عزیز لکھنوی
حقارت سے نہ دیکھو ساکنانِ خاک کی بستی	کہ اک دنیا ہے ہر ذرہ ان اجزائے پریشاں کا	” ”
حشر کے دن میری چپ کا ماجرا	کچھ نہ کچھ تم سے بھی پوچھا جائیگا	حفیظ جالندھری
حرم کو چھوڑ کر مدت ہوئی میں دیر میں آیا	کسی کافر کی نظروں میں مگر اب تک مسلماں ہوں	” ”
حسن کی یہ ادا بھی ہے کتنی حسیں	اک تبسم میں سب کچھ ہے کچھ بھی نہیں	آنند نارائن ملا
حسرت تو ہے یہی کہ ہو دنیا سے دل کو میل	ہوس سے دل کو میل وہ دنیا کہاں سے لائیں	شان الحق حقی
حکمِ لب بندی فروغِ داستاں بنتا گیا	زخم کو جتنا دبایا خونچکاں بنتا گیا	نواب افسر لکھنوی
حریمِ کعبہ بنا دی وہ سرزمیں میں نے	ترے خیال میں رکھ دی جہاں جبیں میں نے	علی اختر
حسینؑ اور طلبِ آب اے معاذ اللہ	تمام کرتے تھے حجت سوال آب نہ تھا	انیس

خ

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو	یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے	شمس الدین جانجاناں مظہر
خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھائے	جو کچھ دوست اپنے ہم دیکھتے ہیں	رفیع سودا
خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے	آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے	خواجہ میر درد
خالِ لبِ آفتِ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا	دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا	بقاء اللہ بقا
خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہیں	آنکھوں ہی میں چاہے جسے مار رکھے ہیں	محمد امان نثار
خم کے خم تو لنڈھائے یوں ساقی	اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم	انشا
خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا	جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو ایسے شبستاں کا	آتش
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی	گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ ہوتا ہے	״
خاروں سے پوچھئے نہ کسی گل سے پوچھئے	صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھئے	انیس
خوشامد اے دلِ بیتاب اس تصویر کی کب تک	یہ بولا چاہتی ہے پر نہ بولی ہے نہ بولے گی	امیر مینائی
خوش نوائی نے کیا ہم کو اسیر اے صیاد	ہم سے اچھے رہے صدقے میں اترنے والے	داغ
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے	خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے	اقبال
خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد	جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے	حسرت موہانی
خود عشق کی گستاخی سب تجھ کو سکھا دے گی	اے حُسنِ حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی	״

خیال تک نہ کیا اہلِ انجمن نے کبھی	تمام رات جلی شمعِ انجمن کے لیے	رضا علی وحشت
خود بھی جی اور مجھے بھی جینے دے	جیسے آباد گل سے پہلوئے خار	یاس یگانہ چنگیزی
خاکِ پروانہ کی بربادی نہ کر بادِ صبا	یہی ممکن ہے کہ کل تک مرا افسانہ رہے	اصغر گونڈوی
خوشا وہ دور کہ جب مرکزِ نگاہ تھے ہم	پڑا جو وقت تو اب کوئی روشناس نہیں	سراج لکھنوی
خاطرِ جمع سے ہشیار کہ برہم ہوئی زلف	کشتیِ دل سے خبردار کہ طوفان آیا	جوش ملیح آبادی
خود اپنا ذوقِ اسیری ہے پاؤں کی زنجیر	حضور آپ کی زلفوں کے خم کی بات نہیں	" "
خوش بھی ہو لیتے ہیں تیرے بیقرار	غم ہی غم ہو عشق میں ایسا نہیں	فراق گورکھپوری
خلافِ تقدیر کر رہا ہوں پھر ایک تقصیر کر رہا ہوں	پھر ایک تدبیر کر رہا ہوں خدا اگر کامیاب کرے	حفیظ جالندھری
خندہ بر لب ہے جنوں لرزہ بر اندام خرد	زلف بر دوش کوئی بر سرِ بام آتا ہے	انور صابری
خراماں خراماں معطر معطر	نسیم آ رہی ہے کہ وہ آ رہے ہیں	ساغر نظامی
خلشِ عشق سے بے چین دل اک طرف ہے	اس پہ بارِ غمِ ہستی بھی اٹھانا ہے ہمیں	ظفر تاباں
خالی ہے ابھی جام میں کچھ سوچ رہا ہوں	اے گردشِ ایام میں کچھ سوچ رہا ہوں	عبدالحمید عدم
خدا وہ دن نہ دکھائے کہ راہبر یہ کہے	چلے تھے جانے کہاں سے کہاں نکل آئے	حفیظ ہوشیارپوری
خوشی وصال کی اب ہے نہ رنجِ تنہائی	یہ کس مقام پہ مجھ کو حیات لے آئی	پیام فتحپوری
خزاں کی گود میں پائی ہے پرورش ہم نے	وہ گل ہوں جس کی بہاروں سے رسم و راہ نہیں	محمد جعفر حیا لکھنوی
خواب دیکھا کہ آپ میرے ہیں	آپ تعبیرِ خواب کیا دیں گے	ذکی کاکوروی
خارِ دشت سے پوچھیے نہ [illegible]	صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے	انیس

د

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن	جب خیال صنم چراغ ہوا	ولی اورنگ آبادی
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر	لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا	سودا
دامان داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا	عالم کے دل سے داغ مٹایا نہ جائیگا	”
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہوں	کچھ علاج ان کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں	”
دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں	کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا	خواجہ میر درد
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے	یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا	میر
دل نے ہم کو مثال آئینہ	ایک عالم کا روشناس کیا	”
دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں	کم رہا موسم شباب بہت	”
دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت	شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو	قلندر بخش جرأت
دل کہیں دیدہ کہیں جی ہے کہیں جان کہیں	گردش چرخ میں ہر ایک ہے آوارہ سا	محمد امان نثار
دور میں اس کی مست آنکھوں کے	محتسب بھی شراب خوار رہا	غلام علی راسخ
دختر رز سے رات صحبت تھی	شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا	یاسمن
دوستوں سے اس قدر صدمے اٹھائے جان پر	دل سے دشمن کی عداوت کا گلا جاتا رہا	آتش
دریائے حسن اور بھی دو ہاتھ بڑھ گیا	انگڑائی اس نے نشہ میں لی جب اٹھا کے ہاتھ	ناسخ

دیوانوں سے کہدو کہ چلی بادِ بہاری	کیا اب کی برس چاک گریباں نہ کرینگے	رِند لکھنوی
دکھایا کنجِ قفس مجھ کو آب و دانہ نے	وگرنہ دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد	"
دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر	کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آئے	غالب
دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا	حکیم ثناء اللہ خاں فراق
دستِ جنوں کے جائیے صدقے کہ چین سے	پھیلائے پاؤں ہم نے گریباں کے چاک میں	مومن
دیکھیے کرتی ہے رسوا زمانہ کیا کیا	مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری	داغ
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں	خوش رہو اہلِ وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	واجد علی شاہ اختر
دیکھا کئے وہ مست نگاہوں سے بار بار	جب تک شراب آئے کئی دور ہو گئے	علی محمد شاد عظیم آبادی
دلِ مضطر سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا	بت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا	اکبر الہ آبادی
درد سے آشنا نہ ہو جب تک	آدمی کام کا نہیں ہوتا	وحید الدین احمد بیخود
دل چرانے کی ادا خاص ہوا کرتی ہے	دیکھ لیتے ہیں وہ دزدیدہ نظر سے پہلے	جلیل مانکپوری
دل اس طرح سے ہوا محبت میں جل گیا	بھڑکی کہیں نہ آگ نہ اٹھا دھواں کہیں	علی حیدر نظم طباطبائی
دل خوش ہوا جو آپ ہوئے مائلِ ستم	یعنے میں التفات کے قابل تو ہو گیا	حسرت موہانی
دل کچھ اس ڈھب سے لیا اس نے کہ برسوں کوئی	حال سے اپنے خبردار نہ ہوتے پایا	"
دیکھیے شوقِ شہادت میں جھکی ہے گردن	آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں	"
دو دن کی زندگی میں قویٰ نے دیا جواب	افسوس کام کے نہ ملے ہم سفر مجھے	علی نقی صفی لکھنوی

دل ہیں انساں کے اگر ہو تو حقیقت کھلتی ہے	یہی جھلک سی جو پوشیدہ ہے پروانے میں	وحیدالدین سلیم
دل سراپا درد تھا وہ ابتدائے عشق تھی	انتہا یہ ہے کہ فانی درد اب دل ہو گیا	فانی بدایونی
دنیا ہے خواب حاصل دنیا خیال ہے	انسان خواب دیکھ رہا ہے خیال میں	سیماب اکبرآبادی
دوستی کیا سمجھائیں گے جن سے	دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا	اقبال احمد سہیل
دل برباد کی خاک آج بھی دوش صبا پر ہے	کھٹکتا ہے زمانہ کی نظر میں جو غبار اب تک	؍؍
دو تند ہواؤں پر بنیاد ہے طوفاں کی	یا تم نہ حسیں ہوتے یا میں نہ جواں ہوتا	آرزو لکھنوی
دوست نے دل کو توڑ کے نقش وفا مٹا دیا	سمجھے تھے ہم جسے خلیل کعبہ اسی نے ڈھا دیا	؍؍
دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد	ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد	محمد علی جوہر
درد سر تھا سجدہ شام و سحر میرے لئے	درد دل ٹھیرا وہ اور درد سر میرے لئے	یاس یگانہ چنگیزی
داستاں ان کی اداؤں کی ہے رنگیں لیکن	اس میں کچھ خون تمنا بھی ہے شامل میرا	اصغر گونڈوی
دوزخ بھی ایک جلوہ فردوس حسن ہے	جو اس سے بے خبر ہیں وہی ہیں عذاب میں	؍؍
دکھلائی کیوں نہ شعلہ رخسار کی جھلک	گر تم کو میرے دل کا جلانا ضرور تھا	تلوک چند محروم
دام بردوش نکھریں جائے وہ گیسو بردوش	صید بن بن کے ہمیں نے انہیں صیاد کیا	سراج لکھنوی
دیا ہے درد تو رنگ قبول دے ایسا	جو اشک آنکھ سے ٹپکے وہ داستاں ہو جائے	؍؍
دہر میں آ خواجہ جب ٹھہری اسیری ناگزیر	دل اسیر حلقہ گیسوئے بیجا کیوں نہ ہو	جوش ملیح آبادی
دل ہی قاتل بھی تھا مقتول بھی تھا مقتل بھی	مٹ گئے ہم تو فنا اور بقا کے پہلے	فراق گورکھپوری

دل ہی تو ہے آخر بھر آیا تم چینِ جبیں کیوں ہوتے	ہم تم کو بھلا کچھ کہتے ہیں تقدیر کا اپنی رونا ہے	آل رضا رضا
دل گیسوئے پیچاں میں الجھ کر نہ گر پڑے	اٹھا تو ہے خدا کا سہارا لئے ہوئے	حفیظ جالندھری
دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف	اپنے ہی دوستوں کی قطاریں نظر پڑیں	״ ״
دوستی اب گلے کا ہار نہیں	تار ٹوٹا بکھر گئے دانے	״ ״
دینے والے مجھے دینا ہے تو اتنا دیدے	کہ مجھے شکوۂ کوتاہئ داماں ہو جائے	شاہ بیدم وارثی
دامن و جیب و گریباں کا نہیں کوئی ملال	غم یہ ہے دستِ جنوں کل کیلئے کام نہیں	جعفر حسین منظر لکھنوی
دستِ وحشت تری تفریح کا ساماں ہے ابھی	کہ گریباں کا مرے نام گریباں ہے ابھی	״ ״
داورِ حشر مرا نامۂ اعمال نہ دیکھ	اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں	ڈاکٹر محمد دین تاثیر
دل نے آنکھوں سے کہی آنکھوں نے دل سے کہدی	بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہاں تک پہنچے	״ ״
دل کہ ہے سرمایہ دارِ عزت و ناموسِ حسن	ہے یہی مرکز یہی ہے دائرہ میرے لئے	مصلح الدین اسیری کاکوری
دیکھنا یہ ہے کہ اندازِ سحر کیا ہوں گے	یوں تو اربابِ جنوں رات گذر جائیگی	عابد علی عابد
دل ہے بڑی خوشی سے اسے پائمال کر	لیکن ترے نثار ذرا دیکھ بھال کر	عبد الحمید عدم
دل کو خوں کر لے کہ ہو نورِ بصیرت پیدا	ورنہ ایسی تو کچھ آساں نہیں ضبط نظری	فضا ابن فیضی
دوائے درد دعا کے سوا کچھ اور نہیں	دعا کمالِ رضا کے سوا کچھ اور نہیں	شاہد عزیز رئیس صدیقی
دلِ حزیں کو تلاشِ خلوص ہے بے سود	کہ اس دیار میں شاید یہ رسم بھی نہ رہی	״ ״
دامن بچا رہا ہے محبت کی آگ سے	زاہد ہنوز کشمکشِ خیر و شر میں ہے	״ ״

دل دھڑک اٹھتا ہے خود اپنی ہی آہٹ پر	اب قدم منزلِ جاناں سے بہت دور نہیں	اسرار الحق مجاز
داستانِ شبِ غم قصۂ طولانی ہے	مختصر یہ ہے کہ تو نے مجھے برباد کیا	معین احسن جذبی
دل کا کنول بجھے ہوئے مدت گذر گئی	اب یہ چراغ لائقِ محفل نہیں رہا	سردار جعفری
دولتِ درد ملی دیدۂ بیدار ملا	لوگ کہتے ہیں غمِ عشق میں کیا رکھا ہے	آل احمد سرور
دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے	وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے	فیض احمد فیض
دنیا کی بہاروں سے آنکھیں یوں پھیر لیں جانے والوں نے	جیسے کوئی لمبے قصے کو پڑھتے پڑھتے رک جائے	نشور واحدی
دامن جھٹک کے وہ تو الگ ہو گئے مگر	مجھ کو تمام عمر سنبھلنا محال ہے	خمار بارہ بنکوی
دنیا ہمیں فریب پہ دیتی رہی فریب	ہم دیکھتے رہے نگہِ اعتبار سے	تکمیل رضوی لکھنوی
دل جاں بہ لب جگر میں تپک جاں بقرار	ہم تیرا نام لیکے گنہگار ہو گئے	حسن بریلوی
دل میں اک طوفان تھا لیکن یہ پاسِ ضبطِ غم	بارہا اٹھے ہوئے آنسو بھی پی لینا پڑے	جعفر حیات لکھنوی
دوسروں کو فریب دے دے کر	ہم نے خود بھی فریب کھائے ہیں	ذکی کاکوروی
دوستوں سے گلے سنبھل کے ملو	سانپ نکلے ہیں آستینوں سے	” ”

ڈ

ڈورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں | شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا | سراج اورنگ آبادی
ڈھونڈ اجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی | یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں | احمد فراز

ذ

ذکرِ عشق کے کہتے ہیں کہ نصف العیش ہے	ہجر میں وصل کی تقریب بہت اچھی ہے	سودا
ذرّہ ذرّہ سے تجلّی آشکار	صاحبِ جلوہ مگر روپوش ہے	دلگیر
ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا	بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا	غالب
ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا	بات پہنچی تری جوانی تک	فانی بدایونی
ذرا دیکھو یہ سرکش ذرۂ خاک	فلک کا چاند بنتا جا رہا ہے	سراج لکھنوی
ذرا آہستہ لے چل کاروانِ کیف و مستی کو	کہ سطحِ ذہنِ انساں سخت ناہموار ہے ساقی	جوش ملیح آبادی
ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست	ترے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی	فراق گورکھپوری
ذکر سنتے ہیں نوجوانی کا	کچھ خیالوں کی یاد آتی ہے	اسکندر علی وجد

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل	جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے	غالب
رک رک کے دیکھتے ہیں وہ اپنا خرام ناز	پھر پھر کے دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو	حاذق
رنگت ہے، نزاکت ہے، لطافت ہے، مگر حیف	اک بوئے وفا یہ گل رعنا نہیں رکھتے	ذوق
رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج	مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں	غالب
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم	دھوئے دھبے جامۂ احرام کے	"
رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں	ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے	داغ دہلوی
رال ٹپکے گی شیخ صاحب کی	نہ دکھاؤ شراب کی صورت	مہدی علی مجروح
رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں	کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں	اکبر الہ آبادی
رندوں میں تو ہے لطف مے و ساقی و مطرب	واعظ یہ بتا تو تری صحبت میں بھی کچھ ہے	" "
روز حساب جب مرا پیش ہو دفتر عمل	آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر	اقبال لاہوری
رفتار قیامت یونہی کیا کم تھی پھر اس پر	اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا	حسرت موہانی
رعنائی خیال کو ٹھہرا دیا گناہ	زاہد بھی کس قدر ہے مذاق سخن سے دور	" "
راضی بہ رضا ہم ہیں بہر حال مگر ہاں	ڈر ہے کہ یہ خود تم کو ستمگار نہ کر دے	" "
رنج، غم، درد، الم، یاس، تمنا، حسرت	اک تری یاد کے ہوتے ہیں کیا کیا دل میں	جوش ملسیانی
رات کم ہے نہ چھیڑ ہجر کی بات	یہ بڑی داستان ہے پیارے	حفیظ جالندھری

رہنماؤں کی انتہا ہی نہیں	گم کہیں کارواں نہ ہو جائے	آنند نارائن ملا
روح ہے محوِ تمنا حسن ہے مسندِ طرب	اک نیاز و ناز کا برپا ہے محشر سامنے	اسیر کاکوروی
روح کی گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھا کرو	ایک دھوکا ہے نظر کا یہ سراسر سامنے	" "
رات بھر دیدۂ نمناک میں لہراتے رہے	سانس کی طرح سے آپ آتے رہے جاتے رہے	مخدوم محی الدین
رودادِ غمِ الفت ان سے ہم کیا کہتے کیونکر کہتے	اک حرف نہ نکلا ہونٹوں سے اور آنکھ میں آنسو آ بھی گئے	اسرار الحق مجاز
رنگِ پیراہن کا خوشبو زلف لہرانے کا نام	موسمِ گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام	فیض احمد فیض
رعنائیِ بہار پہ تھے سب فریفتہ	افسوس کوئی محرمِ رازِ خزاں نہ تھا	حبیب احمد صدیقی
رات بھر بیدار رکھا مجھ کو شورِ چنگ نے	نیند جب آئی تو مسجد میں اذاں ہونے لگی	احسان دانش
رکو رکو مری آہو تھمو تھمو اشکو	جو بے خبر کو خبر ہو گئی تو کیا ہوگا	بہزاد لکھنوی
راہ آسان ہو گئی ہوگی	جان پہچان ہو گئی ہوگی	سیف الدین سیف
راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشانِ منزل	چلنے والا بھی تو ہو گردشِ ایام کے ساتھ	عمر انصاری
رفتہ رفتہ وہ ہمارے دل کا ارماں ہو گئے	پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں ہو گئے	قمر جلال آبادی

ز

زندگی جس سے عبارت ہے سو وہ زلیست کہاں	یوں تو کہنے کیلئے کہدے کہ ہاں جیتے ہیں	خواجہ میر درد
زاہد وہ بادہ کش ہوں کہ مانگوں اگر دعا	اٹھّے ابھی شراب سے بادل بھرے ہوئے	ناسخ
زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب	ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے	غالب
زخم کاری لگا تو چوم لیا	قبضہ خنجر کا ہاتھ قاتل کا	اعظم علی اعظم
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا	ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے	ثاقب قزلباش لکھنوی
زنگ آلودہ اک آئینہ سہی	دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی	صفی لکھنوی دہلی
زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب	موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا	برج نارائن چکبست
زباں رک گئی آخر سحر کے ہوتے ہی	تمام رات کٹی دل سے گفتگو کرتے	عزیز لکھنوی
نہ ہے خلوص محبت کہ حادثات جہاں	مجھے تو کیا مرے نقش قدم مٹا نہ سکے	جگر مرادآبادی
زخم دل کے چھپا رہا ہوں میں	کوئی میری ہنسی کو کیا جانے	دجا حبیب محمد لیب
زمانہ گذرا وہ باتیں ہوئیں ہمکنار ہو کر	مگر ابھی تک ہمارے پہلو میں کچھ تپش باقی ہے	اختر شیرانی
زمانہ لائی جوانی نہ وہ محبت نہ زندگانی	بس ایک بھولی سی یاد جو ہے نگ داغ کہنہ باقی ہے	"
زمانے بھر سے ہے نازک مرا خیال لطیف	مرے خیال سے نازک تمہاری گلبدنی	عرش ملسیانی

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
زمانہ کیا دکھائے دیکھئے کیا انقلاب آئے	فلک کے تیور ہیں خشمگیں سے زمیں کے دل میں غبار سا ہے	نہال سیوہاروی
زندگی زہر کا اک جام ہوا جاتی ہے	کیا سے کیا یہ مئے گلفام ہوئی جاتی ہے	” ”
زندگی اک مستقل شرحِ تمنا تھی مگر	عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم	رئیس صدیقی شاہد عزیز
زلفوں کی گھنی چھاؤں میں اک لمحۂ خوش خواب	سواعطا یہی تعبیرِ حیاتِ ابدی ہے	” ”
زندگی کیا ہے گناہِ آدم	زندگی ہے تو گنہگار ہوں میں	مجاز
زباں پہ نامِ محبت بھی جرم تھا یعنی	ہم ان سے جرمِ محبت بھی بخشوا نہ سکے	میکش اکبرآبادی
زلفِ ہستی کو سنوارا ہے گیسو کی طرح	کام تھا گرچہ بہت سخت مگر ہم نے کیا	آل احمد سرور
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے	ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے	فیض احمد
زخم پہ زخم کھا کے جی اپنے لہو کے گھونٹ پی	آہ نہ کر لبوں کو سی عشق ہے دل لگی نہیں	احسان دانش
زندگی کے آئینہ کو توڑ دو	اس میں اب کچھ بھی نظر آتا نہیں	شکیل بدایونی
زندہ ہوں اس طرح کہ غمِ زندگی نہیں	جلتا ہوا دیا ہوں مگر روشنی نہیں	بہزاد لکھنوی
زمانہ برسرِ پیکار ہے پُرہول شعلوں سے	ترے لب پر ابھی تک نغمۂ خیام ہے ساقی	ساحر لدھیانوی

س

سخت کافر تھا جس نے پہلے میرؔ مذہب عشق اختیار کیا — میر

سایہ میں ہر پلک کے خوابیدہ ہے قیامت
اس فتنۂ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو — میر

سب سے ملنے تو ہو ظاہر میں ڈر کا ہے مجھے
کہیں مجھ سا نہ کوئی اور گرفتار ملے — شاہ صفت داد دہلوی

سرسری ان سے ملاقات ہے گاہے گاہے
بزم اغیار میں گاہے سر راہے گاہے — قلندر بخش جرأت

سانس آہستہ لیجیو بیمار
ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا — علی بخش بیمار

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا — حیدر علی آتش

ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا
رات بھر مجھ کو دل زار نے سونے نہ دیا — امام بخش ناسخ

سو رمز کی کرتا ہے اشارہ میں وہ باتیں
ہے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ — ״ ״

سنا رہا ہوں نکیرین کو فسانۂ ہجر
سوال ان کے جدا ہیں مرے جواب جدا — علی اوسط رشک

سئے جاتے ہیں کفن آپ کے دیوانوں کے
تار دامن کے ہیں ٹکڑے ہیں گریبانوں کے — پیارے صاحب رشید

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم — شاد عظیم آبادی

سید اٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتا پھرا پیسہ نہ ملا — اکبر الہ آبادی

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں — اقبال

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے — ״

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے	اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
سکھائے گی ندامت شیوۂ قدرِ وفا اُن کو	یہ شانِ کج ادائی میری جانِ ناتواں تک ہے	حسرت موہانی
سرمہ ہیں چشمِ دل کے لئے تلخ تجربے	پیری نے کر دیا ہے وسیع النظر مجھے	علی نقی صفی
سرِ طور ایک برقِ طور لہراتی نظر آئی	ذرا شوخی سے جھٹکا تھا کسی نے اپنے داماں کو	ضمیر حسن دل
سن کے تیرا نام آنکھیں کھول دیتا تھا کوئی	آج تیرا نام لے کر کوئی غافل ہو گیا	فانی
سنتے جاتے تھے تم سے مرے دن رات کے شکوے	کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ	״
سوزِ غم سے اشک کا ایک ایک قطرہ جل گیا	آگ پانی میں لگی ایسی کہ دریا جل گیا	عزیز لکھنوی
سنتا ہوں بڑے غور سے افسانۂ ہستی	کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرزِ ادا ہے	اصغر گونڈوی
سو بار ترا دامن ہاتھوں میں مرے آیا	جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا	״
سوزِ غم دے کر مجھے اس نے یہ ارشاد کیا	جا تجھے کشمکشِ دہر سے آزاد کیا	جوش ملیح آبادی
سموم و صرصر و سیلاب کا ہنگام آ پہنچا	شراب و شعر و شمع و شاہد و شوقِ جوانی تک	״
ساقی کی محبت میں دل صاف ہوا اتنا	جب سر کو جھکاتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے	مضطر خیرآبادی
سانس لینے میں درد ہوتا ہے	اب ہوا زندگی کی راس نہیں	جگر بریلوی
سجدوں سے نامراد ہے جو دل سے ناامید	وہ رہگذر کہ اب جو تری رہگذر نہیں	ڈاکٹر محمد دین تاثیر
سجدے مری جبیں کے نہیں اس قدر حقیر	کچھ تو سمجھ رہا ہوں ترے آستاں کو میں	ساغر نظامی
ساقی کی نظر آج گھٹاؤں کی طرف ہے	برسات کی ہر بوند گہر ہو کے رہے گی	ماہر القادری

ساقی مرے خلوص کی شدت کو دیکھنا	پھر آگیا ہوں گردش دوراں کو ٹال کر	عبدالحمید عدم
سرد اس دور میں ہے سینۂ آدم ورنہ	زندگی کے لئے سوز دل پروانہ بہت	روش صدیقی
ستم زمانہ سے بچنے کو رم میں فدا لذت برالم	تجھے آشیاں کی تلاش ہے مجھے بجلیوں کی ہے جستجو	نہال سیوہاروی
سب کا تو مداوا کر ڈالا اپنا ہی مداوا کر نہ سکے	سب کے تو گریباں سی ڈالے اپنا ہی گریباں بھول گئے	مجاز
سکوں میسر جو ہو تو کیونکر ہجوم رنج و محن وہی ہے	بدل گئے ہیں اگرچہ قاتل نظام دار و رسن وہی ہے	سردار جعفری
سحر سے مل تو گیا سلسلہ اجالے کا	حیات شمع نے کہنے کو عارضی پائی	غلام ربانی تاباں
سانس لینے کو ہی جینا تو نہیں کہتے ہیں	زندگی تھی جو ترے وصل کا امکاں ہوتا	یوسف ظفر
سورج ابھر رہا ہے کہ ڈوبا ہے کہ گہنایا ہے	یا فقط اپنے لہو سے ہوئی دھرتی گلنار	احمد ندیم قاسمی
سر راہ ان کو بہ یک نظر کبھی دیکھنے تو دیا ذرا	وہی بے نیازیٔ حسن تھی وہی لطف تھا نہ کرم رہا	نشور واحدی
سکوں دے نہ سکیں جنہیں زمانے کی	جو نیند آئی ترے غم کی چھاؤں میں آئی	پیام فتحپوری
سیہ نصیب کوئی ہم سے بڑھ کے کیا ہوگا	جو اپنا گھر بھی جلائے تو روشنی نہ ملے	ساحر لدھیانوی
سحر سے رشتۂ امید باندھنے والو	چراغ زیست کی لو شام ہی سے مدھم ہے	احمد راہی
سہارا نہ دیتی اگر موج طوفاں	ڈبو ہی دیا تھا ہمیں ناخدا نے	مکین احسن کلیم
سہمتی رہی عقل سالوں سے بھی	کئے سہل دل نے محالات بھی	ضیاء الدین شکیب
سقا سیوں تیری محفل آباد تو ہے لیکن	اسکی ساقی ہیں ناچیز کی کمی ہے	رر رر
سمجھ سمجھ کے سمجھ کو سمجھو سمجھ سمجھنا بھی اک سمجھ ہے	سمجھ سمجھ کے جو نہ سمجھے مری سمجھ میں وہ بے سمجھ ہے	منسوب بہ میر تقی میر
سنگدل تے سنگ لیکر سنگ دل کے گھر گیا	سنگ دل نے سنگ مارا سنگ کھا کر مر گیا	نامعلوم

ش

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے	دل ہوا ہے چراغ مفلس کا	میر
شرمندۂ رفو نہیں عاشق کا چاک جیب	کس باغباں نے گل کا گریباں سلا دیا	نظیر اکبرآبادی
شیخ اس بت شکنی پر نہ ہو اتنا مغرور	تو نے توڑا نہیں اپنا بت پندار ہنوز	شیخ غلام علی راسخ
شمع ساں لگ اٹھے زباں کو آگ	گر کروں سوز دل بیاں اپنا	بہادر شاہ ظفر
شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے	ہڈی ہڈی مری اے سوز نہاں جلتی ہے	" "
شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا	بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا	خواجہ حیدر علی آتش
شوق نظارۂ دیدار میں تیرے ہمدم	جان آنکھوں میں مری جا رہا کرتی ہے	رند لکھنوی
شب وصال میں سننا پڑا فسانۂ غیر	سمجھتے کاش وہ اپنا نہ راز دار مجھے	میر حسین تسکین دہلوی
شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ	اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی	مصطفیٰ خاں شیفتہ
شیخ جی گر گئے تھے حوض میں میخانے کے	ڈوب کر چشمۂ کوثر کے کنارے نکلے	ریاض خیرآبادی
شب بھر رہے شریک جو دور شراب میں	وہ سب صف نماز میں وقت سحر ملے	عباس
شب وہی شب ہے دن وہی دن ہے	جو تری یاد میں گزر جائیں	حسرت موہانی
شباب ڈھلتے ہی آئی پیری مآل پر اب نظر ہوئی ہے	بڑی ہی غفلت میں شب گزاری تھی صبح کر کر سحر ہوئی ہے	دل شاہجہاں پوری
شب غم اب مٹا دے جبر اپنے جیب و دامن کی	رہے سب جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا	مولانا اقبال احمد سہیل

شرما گئے لجا گئے دامن چھڑا گئے	اے عشق مرحبا وہ یہاں تک تو آ گئے	نوح ناروی
شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو	بیخودی بڑھتی چلی ہے راز کی باتیں کرو	فراق گورکھپوری
شباب آیا کسی بت پر فدا ہونے کا وقت آیا	مری دنیا میں بندے کو خدا کہنے کا وقت آیا	ہری چند اختر
شمع اک موم کے پیکر کے سوا کچھ بھی نہ تھی	آگ جب تن میں لگائی ہے تو جاں آئی ہے	آنند نرائن ملا
شب فرقت نظر آتے نہیں آثار سحر	اتنی ظلمت ہے رخ شمع پہ بھی نور نہیں	برق دہلوی
شفق دھنک مہتاب گھٹائیں تارے نغمے بجلی پھول	اس دامن میں کیا کیا کچھ ہے وہ دامن ہاتھ میں آئے تو	عندلیب شادانی
شگفتہ پھول جو دیکھے تو شوق یاد آیا	دیے تھے داغ بھی گلشن نے بے شمار مجھے	شوق اثری
شبنم نے رو کے جی ذرا ہلکا تو کر لیا	غم اس کا پوچھیے جو نہ آنسو بہا سکے	عبد السلام سلام
شعر محدود نہیں حسن تخیل پہ نشور	ان نگاہوں نے بھی اک شعر حرار کہا ہے	نشور واحدی
شب انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی	کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا	مجروح سلطانپوری
شام غم سے جہاد کر جب تک	شام غم کی سحر نہ ہو جائے	جاوید وششٹ
شیشہ ٹوٹے غل مچ جائے	دل ٹوٹے آواز نہ آئے	حفیظ میرٹھی
شب سیاہ کے لمحے گزار لینے دو	گھڑی گھڑی نہ کرو ذکر ماہ پاروں کا	شہزاد احمد شہزاد
شمع کی آنچ میں کمی تو نہیں	جل کے ٹھنڈے پڑے ہیں پروانے	نامعلوم

ص

صبح گر صبحِ قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں	ہجر کی جب رات ایسی بیقراری میں کٹی	خواجہ امین الدین امین
صیاد اسیرِ دام رگِ گل ہے عندلیب	دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آب و دانہ کیا	آتش
صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور	نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی	گستاخ رامپوری
صیاد اب قفس سے ڈراتا ہے کیا مجھے	تیرے کرم سے شکل ہی آشیاں کی ہے	اقبال احمد سہیل
صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر	تلخ ہو جائے لذتِ بیداد	یاس یگانہ چنگیزی
صرف اک قدم اٹھا تھا غلط راہِ شوق میں	منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی	عبد الحمید عدم
صبح بچھڑ کر شام کا وعدہ شام کا ہونا سہل نہیں	انکی تمنا پھر کر لیتا صبح کو پہلے شام کرو	نثار اٹاوی
صیاد اب جو اذنِ رہائی دیا تو کیا	مدت ہوئی کہ آرزوئے بال و پر گئی	تروالتورین
صبر اے دل! کہ یہ حالت نہیں دیکھی جاتی	ٹھہر اے درد! کہ اب ضبط کا یارا نہ رہا	حبیب اشعر

ط

طبلِ علم ہے پاس اپنے نہ ملک و مال	ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا	آتش
طبیعت اپنی جب گھبراتی ہے سنسانوں میں	ہم ایسے میں تری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں	فراق گورکھپوری
طائرِ خستہ بال کو دام بھی کنجِ آشیاں	مرغِ چمن نورد کو گوشۂ آشیاں بھی دام	ظفر تاباں

ظ

ظلمت و نور ہے عشق کی بستی	تیرہ تیرہ تاباں تاباں	فراق گورکھپوری
ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا	جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا	ظفر

ع

عجب کچھ لطف رہتا ہے شبِ خلوت میں دلبر سوں	خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ	ولی اورنگ آبادی
عشق میں خواب کا خیال کسے	نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی	محمد حیات حسرت
یہ عجب ماجرا ہے کہ بروزِ عید قرباں	وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا	انشا
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب	دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک	غالب
عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن	آخرِ وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے	مومن
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی	جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے	انیس
عجب حوصلہ ہم نے غنچوں کا دیکھا	تبسم پہ ساری جوانی لٹا دی	جلیل مانکپوری
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے	عشق بیچارہ نہ مُلا ہے نہ زاہد نہ حکیم	اقبال
علم فقیہہ و حکیم . فقر مسیح و کلیم	علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ	رر
عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں	کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے	سر اقبال
عشق سے لوگ منع کرتے ہیں	جیسے کچھ اختیار ہے گویا	اثر لکھنوی
عشق کی دنیا میں جس نے غم کو ارزاں کر دیا	ہم غریبوں کیلئے جینے کا ساماں کر دیا	تلوک چند محروم
عشق کی کچھ ہوا لگی جب انہیں	کچھ اڑا رنگ کچھ نکھر بھی گئے	فراق گورکھپوری
عمر سب ذوقِ تماشا میں گذاری لیکن	آج تک یہ نہ کھلا کس کے طلبگار ہیں ہم	مضطر خیر آبادی

عشرتِ رفتہ نے جا کر نہ کیا یاد ہمیں	عشرتِ رفتہ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں	اختر انصاری
عشق ہی عشق ہے دنیا میری	فتنۂ عقل سے بیزار ہوں میں	اسرار الحق مجاز
عروجِ ماہ کو انساں سمجھ گیا لیکن	ہنوز عظمتِ انساں سے آگہی کم ہے	شاہد صدیقی
عنوانِ ترقی ہے یہ تیرہ فضائی بھی	کچھ گرد بھی اُٹھتی ہے جب قافلہ چلتا ہے	نشور واحدی
علم و فن کے دیوانے عاشقی سے ڈرتے ہیں	زندگی کے خواہاں ہیں زندگی سے ڈرتے ہیں	" "
عشق ہے تشنگی کا نام توڑ دے گر ملے بھی جام	شدتِ تشنگی نہ دیکھ لذتِ تشنگی سمجھ	خمار بارہ بنکوی
عجیب شئے ہے تصوّر کی کارفرمائی	ہزار محفلِ رنگیں شریکِ تنہائی	پیام فتحپوری
عہدِ ستم ہے دیکھیں ہم آشفتہ سروں پر کیا گذرے	شہر میں اسکے بندِ قبا کی رنگِ حنا کی بات چلی	اصغر تسلیم
عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم	رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے	نامعلوم
عقل نے ترکِ تعلق کو غنیمت جانا	دل کو بدلے ہوئے حالات پہ رونا آیا	ذکی کاکوروی

غ

غیر سے ملنا تمہارا سن کے گو ہم چپ رہے	پر سنا ہوگا کہ تم کو اک جہاں نے کیا کہا	شیخ قیام الدین قائم
غضب ہے کہ دل میں تو رکھو کدورت	کرو منہ پہ ہم سے صفائی کی باتیں	
غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا	ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا	صفی لکھنوی
غم حیات سے گھبرا کے بندگان خدا	چلے ہیں جانب مے خانہ خودکشی کے لئے	ماہر القادری
غم دوراں غم جاناں کا نشاں ہے کہ جو تھا	وصف خوباں حدیث دگراں ہے کہ جو تھا	عابد علی عابد
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈوی
غم عاشقی میں گرہ کشا نہ خرد ہوئی نہ جنوں ہوا	وہ ستم ہے کہ ہمیں ہائے پہ خرد نہ سر جنوں	ن م راشد
غم دوراں غم جاناں سے گزر کر اے دوست	آج ہر غم کو شریک غم انساں کر دے	روشن صدیقی
غم زندگی اک مسلسل عذاب	غم زندگی سے مفر بھی نہیں	غلام ربانی تاباں
غم حبیب، غم زندگی، غم دوراں	کسی مقام پہ ہم بھی برا نہیں کرتے	احمد ریاض
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈوی
غم جاناں سے ربط ٹوٹ گیا	اب غم دہر سے نباہ نہیں	رام کشن مضطر

ف

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں	اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے	رفیع سودا
فکر مت کر ہمارے جینے کی	تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہیں	میر
فقط امید ہے بخشش کی تیری رحمت سے	وگرنہ عفو کے قابل مرے گناہ نہیں	مہدی حسین حا آبادی
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر	فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ	اقبال
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ سر جانا	اجل کیا ہے خمارِ بادۂ ہستی اتر جانا	برج نرائن چکبست
فلک نے بھول بھلیوں میں ڈال رکھا تھا	ہم ان کو ڈھونڈتے یا اپنی جستجو کرتے	یاس یگانہ چنگیزی
فقط فریبِ خد و خالِ حسن باقی ہے	جو چیز صبر شکن تھی گئی شباب کے ساتھ	آنند نرائن ملا
فلک کے تاروں سے کیا دور ہوگی ظلمتِ شب	جب اپنے گھر کے چراغوں سے روشنی نہ ملی	″ ″
فتنۂ عقل کے جویا مری دنیا سے گزر	مری دنیا میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں	جاں نثار اختر
فضا کا ذکر کریں بحر و بر کا ذکر کریں	بہت بلند ہے فردوس گھر کا ذکر کریں	ندیم قاسمی
فلم کی گردش سے تصویریں بدلتی رہیں	عمر رفتہ کا نہ آیا پھر وہ منظر سامنے	اسیر کاکوروی

ق

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند	کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا	قیام الدین قائم
قدر رکھتی نہیں متاعِ دل	سارے عالم میں میں دکھا لایا	میر
قبائے گل کو پھاڑا جب مرا گل پیرہن بگڑا	بن آئی کچھ نہ غنچے سے جو وہ غنچہ دہن بگڑا	آتش
قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا	ناسخ
قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں	موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں	غالب
قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن	ہم کو تقلیدِ تنک ظرفیٔ منصور نہیں	״
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی	״
قہر ہو یا بلا ہو، جو کچھ ہو	کاش کے تم مرے لئے ہوتے	״
قطرے قطرے کا ہے نصیب جدا	کوئی گوہر کوئی شراب ہوا	مائل دہلوی
قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر	جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا	امیر مینائی
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت	یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں	اقبال
قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ شستِ پرواز	فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا	اقبال احمد سہیل
قفس میں جی نہیں لگتا ہے آہ پھر بھی مرا	یہ جانتا ہوں کہ تنکا بھی آشیاں میں نہیں	عزیز لکھنوی

قتل اور مجھ سے سخت جان کا قتل ؛ تیغ دیکھو ذرا کمر دیکھو	عزیز لکھنوی
قسمت میں خوشی جتنی تھی ہوئی اور غم بھی ہے جتنا ہونا ہے گھر پھونک تماشہ دیکھ چکے اب جنگل جنگل رونا ہے	سید آل رضا
قفس میں جب کبھی جھپکی مری آنکھ ؛ یہی دیکھا نشیمن جل رہا ہے	منظر لکھنوی
قبول ہے تیری کبریائی مگر کبھی یہ بھی تو نے سوچا یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے تو غریب لوگ کہاں رہیں گے	ندیم قاسمی
قفس بھی آشیانہ بھی گلچیں بھی کانٹے بھی چمن کو ہم سمجھتے ہیں مگر اپنا چمن اب تک	نثار اٹاوی
قتیل اپنا مقدر غم سے بیگانہ اگر ہوتا ؛ تو پھر اپنے پرائے ہم سے پہچانے کہاں جاتے	قتیل شفائی

ک

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کہاں ہے آج یارب جلوہ مستانہ ساقی	کہ دل تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجائے	ولی اورنگ آبادی
کون سے زخم کا کھلا ٹانکا	آج پھر دل میں درد ہوتا ہے	ضیاء الدین ضیا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائیگا	رفیع سودا
کمالِ بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک تن نے مہِ مصر سا غلام لیا	" "
کیفیتِ چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں	" "
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے ورنہ	کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی	"
کس کا ہے جگر کس پہ یہ بیداد کروگے	لو دل نہیں ہم دیتے ہو کیا یاد کروگے	جعفر علی حسرت
کون سی رات آن ملیے گا	دن بہت انتظار میں گذرے	خواجہ میر درد
کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات	کلی نے یہ سنکر تبسم کیا	میر تقی میر
کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلۂ پُر پیچ و تاب	شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا	"
کیا شکوہ کریں کنجِ قفس کا دلِ مضطر	ہم نے تو چمن میں بھی ٹک آرام نہ پایا	حسن دہلوی
کیا جانئے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر	جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم	جراءت
کیا فسوں تو نے خدا جانے یہ ہم پر مارا	تجھ سے پھرتے نہیں دل ہم نے بہت سر مارا	محمد امان نثار
کس سے تم ہمکلام تھے صاحب	رات ہم بے قرار تھے صاحب	غلام علی راسخ

کچھ ایسی بن گئی تصویر کسی کے دستِ قدرت سے	رہا حیراں بنا کر آپ صورت آفریں برسوں	نیاز ابن راقم
کون پرساں ہے حالِ بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا	علی بخش بیمار
کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت	ٹال کر کہنے لگا دن ہے ابھی رات کے وقت	انشا
کون کہتا ہے بولو مت بولو	ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو	”
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے	”
کون اس فصل میں دیوانہ ہوا ہے ہشیار	کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے	عیشی لکھنوی
کہدو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں	اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں	بہادر شاہ ظفر
کیا کہتے ہو ناصح تم نصیحت رات دن مجھکو	اسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا	آتش
کسی کے محرمِ آبِ رواں کی یاد آئی	حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا	”
کون سے دن نئی قبر نہیں اس میں بنتی	یہ خرابہ وہی عبرت کا مکاں ہے کہ جو تھا	”
کیا جگہ کوچۂ محبوب ہے سبحان اللہ	کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا	”
کہاں کہاں نہ تجھے ڈھونڈا کئے دل بھی اے دوست	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہمن تھا	”
کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا بخت سویا کیا	”
کشتہ ہم بھی ترے نیرنگی کے ہیں یاد رہے	او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے	”
کس قدر تنگ ہوں تیرے ہاتھوں سے اے جنوں	لاؤں کہاں سے روز گریباں نئے نئے	”
کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم	صنم ہم دیر ہم بتخانہ ہم بت ہم برہمن ہم	ناسخ

کیا روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہمنشیں	پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور	ناسخ
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	غالب
کسی نے بھی نہ تیری طرح سے اے بس	کہتے ہیں نہیں مغز تمنا آپ اپنی	محمد متقی الٰہی دبیر
کیونکر نہ لپٹ کر تجھے روؤں اے قبر	میں نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے	” ” ”
کعبے چلتا ہوں پر اتنا تو بتا	میکدہ کوئی ہے زاہد راہ میں	اسیر لکھنوی
کیا جانئے کیا لطف ہے چلمن کے ادھر آج	جاتی ہے تو پھر کر نہیں آتی ہے نظر آج	منیر شکوہ آبادی
کچھ خوفِ خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے	سو بار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے	نواب بیگم حجاب
کہاں صیاد کیسا باغباں کس پر گری بجلی	چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آشیاں پھونکا	داغ دہلوی
کمر مو، دہن عقدہ، غزال آنکھیں، پری چہرہ	شکم ہیرا، بدن خوشبو، جبیں دیبا، زباں عیسیٰ	واجد علی شاہ اختر
کہاں یہ تاب کہ چکھ چکھ کے یا گرا کے پیوں	ملے بھرا ہوا ساغر تو ڈگڈگا کے پیوں	شاد عظیم آبادی
کرو نہ کچھ فکر جام و ساقی، بہار آنے تو دو چمن میں	گلوں سے ٹپکے گا رنگِ مستی، ہوا کرے گی شراب پیدا	اکبر الہ آبادی
کعبہ و دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی	مے پرستو یہ کوئی نام ہیں میخانوں کے	ریاض خیرآبادی
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے	مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق	اقبال
کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں	کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں	”
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا	شغل بیکار ہیں سب ان کی محبت کے سوا	حسرت موہانی
کہیں وہ آ کے مٹا دیں نہ انتظار کا لطف	کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری	” ”

کس طرح جوانی میں چلوں راہ پہ ناصح	یہ عمر ہی ایسی ہے سجھائی نہیں دیتا	شاعر قزلباش
کیا سوال تو آواز باز گشت آئی	جواب مجھ سے طلب ہے ہر سوالوں کا	فانی بدایونی
کی سپرد در میخانہ اجل نے مری خاک	کس کو سونپا مجھے ظالم نے خدا کے بدلے	″ ″
کس کام کی ایسی سچائی جو توڑ دے امیدیں دل کی	تھوڑی سی تسلی ہو تو گئی مانا کہ وہ بول کے جھوٹ گیا	آرزو لکھنوی
کس نے بھیگے ہوئے بالوں سے یہ جھٹکا پانی	جھوم کے آئی گھٹا ٹوٹ کے برسا پانی	آرزو لکھنوی
کوچۂ یار میں جانے کی کبھی خو نہ گئی	ٹھوکریں کھا کے بھی سنبھلے نہ سنبھلنے والے	ناظر
کون دیتا ہے دادِ ناکامی	خونِ فرہاد برسرِ فرہاد	یاس یگانہ چنگیزی
کتاب عمر ہے گویا انیسِ تنہائی	نظر میں قصۂ ماضی حال ہوتا ہے	″ ″
کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ کمال	چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے	″ ″
کیا دردِ ہجر اور یہ کیا لذتِ وصال	اس سے بھی کچھ بلند ملی ہے نظر مجھے	″ ″
کہاں کا میخانہ کس کا ساقی کچھ اور بڑھ دو بیخودی کو	یہی بنے گا جام و ساغر یہی کرے گی شراب پیدا	جگر مرادآبادی
کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر	میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر	″ ″
کہاں بڑھ کے پہنچے ہیں کہاں تک علم و فن ساقی	مگر آسودہ انساں کا تن ساقی نہ من ساقی	
کبھی ہو سکا تو بتاؤں گا تجھے رازِ عالم خیر و شر	کہ میں رہ چکا ہوں شروع ہی سے گہے ایزد و گہے اہرمن	فراق گورکھپوری
کیونکر ہوا اثر آپ کے اعلانِ وفا میں	دامن تو ہے ڈوبا ہوا خونِ شہدا میں	″ ″
کچھ نہیں اختیار میں پھر بھی	ہر خطا میری ہر قصور مرا	احسان اعظم گڈھی

کارواں خود ہے اپنی گرد میں گم	پاؤں کی خاک سر پہ آئی ہے	نرائن ملا
کس درجہ سکوں بخش ہے احساسِ محبت	ہر درد کے آغوش میں طوفاں نظر آیا	روشن صدیقی
کس نے بھیجا تھا پیامِ ہوش دیوانوں کے پاس	دامنوں کے چاک آ پہنچے گریبانوں کے پاس	" "
کس کو معلوم ہے ہم حسن شناسانِ ازل	کتنے اوہام سے گزرے تو یقیں تک پہنچے	" "
کیا کیا ہوا ہے ہم سے جنوں میں نہ پوچھئے	الجھے کبھی زمیں سے کبھی آسماں سے ہم	مجاز
کچھ تجھ کو خبر ہے ہم کیا کیا اے گردشِ دوراں بھول گئے	وہ زلفِ پریشاں بھول گئے وہ دیدۂ گریاں بھول گئے	"
کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسنِ دو عالم سے	مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی	فیض احمد فیض
کتنے صنم خود ہم نے تراشے	ذوقِ پرستش اللہ اکبر	حبیب احمد صدیقی
کیا موت نے بھی سیکھ لئے دلبری کے ڈھنگ	یہ طرزِ بے رخی تو اس آرامِ جاں کی ہے	بٹ نظر
کٹے گی کیسے گلِ نو کی زندگی یارب	کہ اس غریب کا کانٹوں میں گھر ابھی سے ہے	سلام سندیلوی
کوئی اے شکیل دیکھے یہ جنوں نہیں تو کیا ہے	کہ اسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا	شکیل بدایونی
کتنی امیدوں کی شمعوں میں گھری ہے زندگی	جتنی روشن ہیں لویں اتنے ہی گہرے سائے ہیں	احمد ندیم قاسمی
کون تا صبح جلائے گا تمنا کا چراغ	شام سے ٹوٹ گئی آس تو پھر کیا ہوگا	شاعر لکھنوی
کتنے تاباں تھے وہ لمحات ترے پہلو میں	دو گھڑی میری بھی فردوس نما گذری ہے	اختر اورینوی
کل جو ذکرِ جام و مینا آ گیا	میری توبہ کو پسینا آ گیا	نثار اٹاوی
کلی کی خو ہے بہر حال مسکرانے کی	وگرنہ راس کسے ہے ہوا زمانے کی	" "

کوئی بات ہے ورنہ جفاؤں کے مارے	تجھے بھلا کے ترا انتظار کیوں کرتے	ظہور نظر
کون اس طرز جفائے آسماں کی داد دے	باغ سارا پھونک ڈالا آشیاں رہنے دیا	ادیب سہارنپوری
کچھ اپنا ہوش تھا نہ تمہارا خیال تھا	یوں بھی گزر گئی شب فرقت کبھی کبھی	ناصر کاظمی
کبھی شعر و نغمہ بن کے کبھی آنسوؤں میں ڈھل کے	وہ مجھے ملے تو لیکن ملے راستے بدل کے	خمار بارہ بنکوی
کچھ اس طرح سے لٹی ہے متاع دیدہ و دل	کہ اب کسی سے بھی ذکر وفا نہیں کرتے	احمد ریاض
کوئی حرم سے کوئی دیر سے منسوب ہے	اک رہ گیا ہوں میں کہ تمہارا کہیں جسے	ساحر لدھیانوی
کچھ ایسی تیز تھی رفتار کاروان حیات	کہیں ٹھہر کے ترا انتظار کر نہ سکے	عمر انصاری
کس کو بتلائیں قفس کی تیلیاں بکھری ہوئی	کل یہیں پر آشیان طائر پرواز تھا	سالک لکھنوی
کھلے جو پھول تو منہ چھپ گیا ستاروں کا	مثال برق چلا کاروان بہاروں کا	شہزاد
کوئی وعدہ کوئی امید نہیں	اب سکوں دل کو آ چلا ہے بہت	ایاز
کچھ حیا آڑے آ گئی ورنہ	کم نہ تھی ان کی بیقراری بھی	کوثر فاروقی
کیوں میری طرح راتوں کو رہتا ہے پریشاں	اے چاند بتا کس سے تری آنکھ لڑی ہے	ساحر لکھنوی
کوئی الزام نسیم سحری پر نہ گیا	پھول ہنسنے پہ خطاوار اکیلا ٹھہرا	وحید اختر
کسی کو دیکھا کیا تجھ سے چھٹ کر ترا سودائی	ستائے زندگی قدموں سے لپٹی دور تک آئی	″
کارواں تو نکل گیا کوسوں	راہ بھٹکے ہوئے کہاں جائیں	ذکی کاکوروی
کسی نے بھی تیری طرح سے انیس	میں نے بھی تو جان دیکر پایا ہے تجھے	انیس
گیسو بکھر نہ لپٹ کر تجھے سوؤں اے قبر	عروس سخن کو سنوارا نہیں	

گ

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی	اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی	رفیع سودا
گر یہ نشہ سے سرخ ہیں آنکھیں	مجھ بلا نوش کو شراب کہاں	میر
گالی سہی ادا سہی چین جبیں سہی	یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی	انشا
گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا	نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے	گویا
گیا منزل پہ سارا قافلہ آوارہ غربت ہیں	ہم آوازِ جرس کی طرح سے تنہا بھٹکتے ہیں	شاہ ظفر
گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے	سر چڑھتا ہے موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے	آتش
گماں نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا	جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا	نظام الدین ممنون
گیسوئے رخ پہ ہوا سے ہلتے ہیں	چلئے اب دونوں وقت ملتے ہیں	شوق لکھنوی
گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے	رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے	غالب
گیا شباب پہ اتنا رہا تعلق عشق	دل و جگر میں تپک گاہ گاہ ہوتی ہے	تعشق لکھنوی
گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے	الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے	ریاض خیرآبادی
گرے اس پہ بجلی تو احسان مانوں	قفس ہے مرا آشیانہ نہیں ہے	احمد سہیل
گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی	ترے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی	مجذوب
گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز	کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں	جگر مرادآبادی

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انساں	بڑھے تو وسعت کونین میں سما نہ سکے	جگر مرادآبادی
گلوں سے کھیل رہے ہیں نسیم کے جھونکے	قفس میں بیٹھا ہوا ہاتھ مل رہا ہوں میں	منظر لکھنوی
گھٹائیں اودی اودی میکدہ بردوش فصل گل	نہ جانے لغزش توبہ ہے ایمان توبہ کیا گذری	وحشی کانپوری
گل و غنچہ اہل میں ہیں تری گفتگو کی شکلیں	کبھی کھل کے بات کہہ دی کبھی کر دیا اشارا	سلام سندیلوی
گرمی حسن سے جل جائے نہ آنچل تیرا	لگ گئی آگ تو مجھ کو ہی بجھانا ہوگا	شکیل بدایونی
گزار دوں ترے غم میں جو عمر خضر ملے	ترے نثار یہ دو دن کی زندگی کیا ہے	خمار بارہ بنکوی
گھر سے چلے تھے ہم تو خوشی کی تلاش میں	غم راہ میں کھڑے تھے وہی ساتھ ہو لئے	راجندر کشن
گل کیا جس نے وہ تھا اور مگر	شمع نے شکوہ ہواؤں سے کیا	تلوک چند کوثر
گلشن گلشن شعلۂ گل کی زلف صبا کی بات چلی	حرف جنوں کی بندگراں کی جرم و سزا کی بات چلی	اصغر سلیم
گو میں نے کچھ نہیں اب تک کہا ہے	مگر پھر بھی زمانے کو گلہ ہے	ذکی کاکوروی
گر گئے ہیں نگاہ سے اپنی	جب کسی نے ہمیں سنبھالا ہے	״ ״

״

ل

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
لگتی ہے اب تو قلقلِ مینا سے دل کو ٹھیس	وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا	محمد حسین کلیم
لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب	زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا	آتش
لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے	اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے	ذوق
لے تو چلے ہیں حضرتِ دل ہمیں بھی اس انجمن میں لیکن	ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا	داغ
لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں واعظ	ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں	〃
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک	اے اہلِ زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کمیاب ہیں ہم	شاد عظیم آبادی
لبریز تموج تھا ایک اک خطِ پیمانہ	محفل سے جو وہ اٹھے لیتے ہوئے انگڑائی	فانی بدایونی
لطفِ بہار کچھ نہیں گو ہے وہی بہار	دل کیا اجڑ گیا کہ زمانہ اجڑ گیا	آرزو لکھنوی
لوگ مرتے بھی ہیں جیتے بھی ہیں بیتاب بھی ہیں	کون سا سحر تری چشمِ عنایت میں نہیں	اصغر گونڈوی
لذت کبھی تھی اب تو مصیبت سی ہو گئی	مجھ کو گناہ کرنے کی عادت سی ہو گئی	بیخود موہانی
لاکھ آفتاب پاس سے ہو کر گذر گئے	بیٹھے ہم انتظارِ سحر دیکھتے رہے	جگر مراد آبادی
لہو میں ڈوبی ہے تاریخِ خلقتِ انساں	ابھی یہ نسل ہے شائستۂ حیات کہاں	سراج لکھنوی
لہرا کے جھوم جھوم کے لا مسکرا کے لا	پھولوں کے رس میں چاند کی کرنیں ملا کے لا	عبد الحمید عدم

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
لایا ہوں یوں بچا کے حوادث سے زیست کو	لاتے ہیں جیسے کوہ سے چشمہ نکال کر	عبدالحمید عدم
لبِ تیغ پر لہو ہے لبِ زخم پر تبسم	یہ حیات تن برہنہ اسے کیا پیرہن دیں	سردار جعفری
لالہ و گل کے نشیمن سے اتر کر کبھی دیکھ	کیسے کانٹوں میں ترے آبلہ پا رہتے ہیں	جاوید وششٹ
لوگ میرے جنوں پہ ہنستے ہیں	یہ بھی احساس کمتری تو نہیں	کوثر فاروقی

م

مسندِ گل منزلِ شبنم ہوئی	دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا	ولی اورنگ آبادی
مرے دل کے شیشہ کو بیوفا تو نے ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا	مرے پاس تو وہی ایک تھا یہ دکانِ شیشہ گراں نہیں	خواجہ میر درد
میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے	نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے	"
میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں	جسے ابر ہر سال روتا رہے گا	میر تقی میر
مدعی مجھ کو کھڑے صاف برا کہتے ہیں	چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں	"
میں حشر کو کیا روؤں کہ اٹھ جا سے تیرے	برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور	حسن دہلوی
مت میرے رنگِ زرد کا چرچا کرو کہ یاں	رنگ ایک سا ہمیشہ کسی کا نہیں رہا	ہمدانی مصحفی
میں اپنے سوزِ دل کو بجھاؤں تو کس طرح	اب تو نہیں ہے بوند بھی آنسو کی آنکھ میں	شاہ ظفر
مر دے جیا گئے لبِ جاں بخشِ یار سے	بوسے کے انتظار میں ہم جاں بلب رہے	ناسخ
میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں	گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا	غالب
ٹھہرا ہوں کہ بلا لو مجھے چاہو جس وقت	میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں	"
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو	اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے	"
میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل	اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے	"
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا	اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے	"

مانگا کریں گے اب تو دعا ہجر یار کی	آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ	مومن
مثال ماہی بے آب موج تڑپا کی	حباب پھوٹ کے روئے جو تم نہا کے چلے	انیس
مر مر کے اگر شام تو رو رو کے سحر کی	یوں زندگی ہم نے تری دوری میں بسر کی	جوش لکھنوی
ہمیں نے وفور شوق میں شاید سنا نہ ہو	یا شاید آپ ہی نے کہی ہو نہیں نہیں	شاد عظیم آبادی
ہمیں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ	بخشے نہ تو مجھے تری رحمت سے دور ہے	ریاض خیرآبادی
منہ پھیر کے یوں چلی جوانی	یاد آگیا روٹھنا کسی کا	جلیل مانکپوری
مٹھیوں میں خاک لیکر دوست آئے وقت دفن	زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے	ثاقب لکھنوی
مسجد تو بنا دی دم بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے	من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا	اقبال
متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی	مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی	”
مٹی خراب ہے ترے کوچہ میں ورنہ ہم	اب تک تو جس زمیں پہ رہے آسماں رہے	انور
منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو	ہم پر یہ ہجوم ناز و ادا ابھی نہ کیجئے	حسرت موہانی
مل رہے گا جو اُن سے ملنا ہے	لب کو شرمندۂ دعا نہ کریں	”
مری لاش کے سرہانے وہ کھڑے یہ کہہ رہے ہیں	اسے نیند یوں نہ آتی اگر انتظار ہوتا	صفی لکھنوی
مذاق سربلندی ہو تو پھر دیر و حرم کیسے	جبیں سائی کی فطرت نے کئے ہیں سنگ در پیدا	اقبال احمد سہیل
مجال ترک محبت نہ ایک بار ہوئی	خیال ترک محبت تو بار بار آیا	وحشت کلکتوی
مانا کہ بزم حسن کے آداب ہیں بہت	جب دل پہ اختیار نہ ہو کیا کرے کوئی	عزیز لکھنوی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
معصوم نظر کا بھولا پن للچا کے لبھانا کیا جانے	دل آپ نشانہ بنتا ہے وہ تیر چلانا کیا جانے	آرزو لکھنوی
مرے شباب کی توبہ یہ جانہ اے واعظ	نشہ کی بات نہیں اعتبار کے قابل	حفیظ جونپوری
مٹی جاتی تھی بلبل جلوۂ گلہائے رنگیں پر	چھپا کر کس نے ان پردوں میں برق آشیاں رکھ دی	اصغر گونڈوی
مبارک باد اے جذبۂ محبت	انھیں اپنے پہ اب میرا گماں ہے	جگر مرادآبادی
مجھے ڈر ہے کہ اس ناپاک تر دور سیاہی میں	بگڑ جائے نہ خود میرا مذاق شعر و فن ساقی	" "
ملا جو موقع تو روک دونگا جلال روز حساب تیرا	پڑھوں گا رحمت کا وہ قصیدہ کہ ہنس پڑیگا جلال تیرا	جوش
مدتوں کشمکش یاس و تمنا میں رہے	غم نے جینے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا	عبد اللطیف تپش
مدتیں گزریں تری یاد بھی آئی نہ ہمیں	اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں	فراق گورکھپوری
مرے دوستوں کو معمہ ہے مری لو رو نار کی زندگی	جو دیر چراغ حرم کی لو تو کبھی کفر ہے شعلہ زن	" "
مٹی نہ تیرگی دل جگر کے داغوں سے	چراغ ہم نے جلائے تھے روشنی کے لئے	انور صابری
مری رات کیونکر کٹے گی الٰہی	مجھے دن کو تارے نظر آ رہے ہیں	منظر لکھنوی
مایوسیوں میں دل کا وہ عالم دم وداع	بجھنے کو ہو چراغ کی لو جیسے تھرتھرائے	عندلیب شادانی
محبت کیلئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں	یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا	مخمور دہلوی
محبت کس قدر یاس آفریں معلوم ہوتی ہے	ترے ہونٹوں کی ہر جنبش ہنسی معلوم ہوتی ہے	چراغ حسن حسرت
میرے ہنسنے پہ خفا تھے مرے رونے پہ ہنسے	وہی انگ ستم عشوہ گراں ہے کہ جو تھا	عابد علی عابد
میں میکدے کی راہ سے ہو کر گذر گیا	ورنہ سفر حیات کا کافی طویل تھا	عدم

میں بھول جاؤں نہ مفہوم زندگی ساقی	ذرا چھلکتا ہوا ساغرِ شراب تو لا	عدم
مسجد ھار تک پہنچا تو ہمت کی بات تھی	ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے	″
مرے خیال کی وسعت میں ہیں ہزار چمن	کہاں کہاں سے نکالے گی یہ بہار مجھے	وحشی کانپوری
مگر یہاں تو جل رہا ہے آدمی سے آدمی	سنا یہ تھا چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں	شاد عارفی
مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں جینے کی تمنا کون کرے	یہ دنیا ہو یا وہ دنیا اب خواہشِ دنیا کون کرے	احسن جذبی
مقتلِ شوق کے آداب نرالے ہیں بہت	دل بھی قاتل کو دیا کرتے ہیں سر سے پہلے	سردار جعفری
محتسب کی خیر اونچا ہے اسی کے فیض سے	رند کا ساقی کا مے کا خم کا پیمانے کا نام	فیض
مجھ کو تو خونِ دل ہی پینا ہے	دستِ ساقی میں گر ہے جام تو کیا	سلام سندیلوی
منزلیں عشق کی الاماں الاماں	ہر نفس کشمکش ہر قدم امتحاں	اقبال صفی پوری
میکشی اب مری عادت کے سوا کچھ بھی نہیں	یہ بھی اک تلخ حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں	جاں نثار اختر
مری زندگی پہ نہ مسکرا مجھے زندگی کا الم نہیں	جسے غم سے تیرے ہو واسطہ وہ خزاں بہار سے کم نہیں	شکیل بدایونی
مرا کفر حاصلِ زہد ہے مرا زہد حاصلِ کفر ہے	مری بندگی ہے وہ بندگی جو رہینِ دیر و حرم نہیں	″ ″
میں کوئی پتھر نہیں انسان ہوں	کیسے کہہ دوں غم سے گھبراتا نہیں	″ ″
میں نظر سے پی رہا تھا تو یہ دل نے بد دعا دی	ترا ہاتھ زندگی بھر کبھی جام تک نہ پہونچے	″ ″
میری یادوں کے افق پر آپ کے وعدوں کے چاند	اس قدر چمکے نہیں ہیں جس قدر گہنائے ہیں	ندیم قاسمی
جھل مل کے ابھرتی ہے جب چراغ کی لو	میں سوچتا ہوں کہ ان لرزشوں میں تو، تو نہیں	″ ″

ہیں خزاں میں بھی پرستار رہا ہوں اس کا	موسم گل میں چمن زار کو کیسے چھوڑوں	سلام مچھلی شہری
حرمت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکثر	سراب دشت کو آب رواں کہنا ہی پڑتا ہے	جگن ناتھ آزاد
موسم گل ہے بادل چھائے کھنک رہے ہیں پیمانے	کیسی توبہ توبہ توبہ، توبہ تجدید جام کرو	نثار اٹاوی
ہیں ابھی سے کس طرح ان کو بے وفا کہوں	منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں	نشور واحدی
معشوق ہے آئینہ طلب کرے تو کیا دور	دوشیزہ ہے انداز بہک جائے تو کیا ہو	
میری مژہ غم پر لرزاں ہے حقیقت سی	ان کے لب لعلیں پر افسانہ مچلتا ہے	
مرا دل نہ تھا صنم آشنا کہ تری ادا پہ نظر پڑی	وہ نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بنا خون جگر پڑی	
ملت کی راہ و رسم محبت کے باوجود	وہ حسن آشکارا بھی ایک راز ہے	ظہیر کاشمیری
مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے	ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے	مجروح سلطانپوری
میں تو جب جانوں کہ بھر دے ساغر ہر خاص و عام	یوں تو جو آیا وہی پیر مغاں بنتا گیا	
میری نظریں ان کا چہرہ ان کی نظریں میرا دل	مل گئے تھے راز و رازداں کل رات کو	خمار بارہ بنکوی
ملامتوں سے جنوں میں نہ کچھ کمی آئی	جراحتوں سے بڑھی زخم دل کی رعنائی	پیام فتحپوری
میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوں اس لئے	ترک تعلقات کا احساس مر نہ جائے	فنا نظامی
ہم نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی	مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا	ساحر لدھیانوی
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے اب تک	مگر اس عالم وحشت میں ایمانوں پہ کیا گزری	
مجھے ستانے پہ موقوف تھی خوشی ان کی	مجھے مٹا کے مرے دشمنوں نے ہاتھ ملے	عنوان چشتی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
منزلیں پاؤں پکڑتی ہیں ٹھہرنے کیلئے	شوق کہتا ہے کہ دو چار قدم اور سہی	ساحر لکھنوی
مژہ برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو	سفیدی ہے، سیاہی ہے، شفق ہے، ابر باراں ہے	نا معلوم
منزل جسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ	پہونچے جو اس جگہ تو فقط سنگ میل تھا	ذکی کاکوروی
مرہم کیلئے مرہم بھی گئے مرہم کی قسم مرہم نہ ملا	ہمدم کیلئے ہم دم سے گئے ہمدم کی قسم ہمدم نہ ملا	نا معلوم
منہ کو رکھا جو ترے آتشی رخساروں پر	چین تھا دل کو جو نیند آگئی انگاروں پر	انیس لکھنوی

ن

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں	تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں	سودا
نازکی اس کے لب کی کیا کہیے	پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے	میر
نہ بک شیخ اتنا بھی واہی تباہی	کہاں رحمت حق کہاں بے گناہی	״
نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے	میرا صبر و قرار جاتا ہے	یکرنگ
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں	انشا
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر	پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا	بہادر شاہ ظفر
نہیں قلقل دعا دیتا ہے شیشہ دمبدم ساقی	سبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستاں کو	״
نظر ملا کے کہا مجھ سے میرے ساقی نے	حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں	صغیر بلگرامی
نہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے	اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے	غالب
نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا	چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا	سلامت علی دبیر
نہ دیا ہائے مجھے لذت آزار نے چین	دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا	شیفتہ
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر	تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر	اقبال
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی	مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں	״
نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کیلئے	جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے	״

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا میں	مبادا ایک قلم اٹھ جائے تہذیبِ وفاداری	حسرت موہانی
ہجومِ انتشارِ دل ہے سب دنیا و ما فیہا	زمانے بھر کی آبادی ہے ویرانی مرے گھر کی	سلیم پانی پتی
نہ آ قریب کہ پروردۂ فنا ہوں میں	بنا ہے برق کے تنکوں سے آشیاں میرا	فانی بدایونی
نشانِ منزلِ جاناں ملے ملے نہ ملے	مزے کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا	وحشت کلکتوی
نام منصور کا قسمت نے اچھالا ورنہ	ہے یہاں کون سا حق گو کہ سردار نہیں	آرزو لکھنوی
بنایا عشق کو سمجھا ہے کیا اے واعظِ ناداں	ہزاروں بن گئے کعبے جبیں میں نے جہاں رکھ دی	اصغر گونڈوی
نگاہِ مہر سے ہے آفتابِ عالم پاک	حقیر خاک کے ذروں کو جگمگا نا چاہ	سراج لکھنوی
نہ رہا کوئی ادا سنجِ حسینانِ جہاں	سر بہ زانو ہیں حسینانِ جہاں میرے بعد	جوش ملیح آبادی
نظر ہو خواہ کتنی ہی حقائق آشنا پھر بھی	ہجومِ کشمکش میں آدمی گھبرا ہی جاتا ہے	"
ناگن کوئی بل کھاتی ہے پیہم کہ ہوا سے	وہ زلفِ شکن زیرِ شکن کھیل رہی ہے	فراق
تیر نگہِ فتنہ گر میں کیفِ دوام دیکھ	ساقی کی مست آنکھ سے گردش میں جام دیکھ	"
نہ اسکے دامن سے میں الجھا نہ میرے دامن سے یہ ہی الجھی	ہوا سے میرا نکھار کیا، جو شمع تربت بجھا رہی ہے	مضطر خیرآبادی
نہ دل میں لہو ہے نہ آنکھوں میں آنسو	تمنوں کی تھوڑی ہوئی آستیں ہوں	منظر لکھنوی
ناداں سمجھی یہ اتنے بھی ناداں نہیں ہیں ہم	خود ہم نے جان جان کے کتنے فریب کھائے	عندلیب شادانی
نہ ساز و مطرب نہ جام و ساقی نہ وہ بہارِ چمن ہے باقی	نگاہِ شمع سحر کے پردے پہ نقشۂ انجمن ہے باقی	اختر شیرانی
نہ گل کھلے ہیں نہ ان سے ملے نہ مے پی ہے	عجیب رنگ سے اب کے بہار گزری ہے	فیض احمد فیض

نہ قیامِ بقا مری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈھئے	میں کسی کا حسنِ خیال ہوں مرا کچھ وجود و عدم نہیں	شکیل بدایونی
نئی صبح پر نظر ہے مگر آہ یہ بھی ڈر ہے	یہ سحر بھی رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہونچے	" "
نہ کر خدا کے لئے بار بار ذکرِ بہشت	ہم آسماں کا مکرر فریب کیوں کھائیں	ندیم قاسمی
نہ پوچھو کیا گذرتی ہے دلِ خوددار پر اکثر	کسی بے مہر کو جب مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے	جگن ناتھ آزاد
نشاطِ گرمیٔ محفل تھی جس کی تابانی	اسی چراغ سے کیوں انجمن میں آگ لگی	ادیب سہارنپوری
نہیں حسن اب شمعِ فانوس خانہ	یہ گیسو بکھرتے ہیں شانہ بہ شانہ	نشور واحدی
ناخدا موجوں کی اس نرم خرامی پہ نہ جا	یہی موجیں تو بدل جاتی ہیں طوفانوں میں	افسر لکھنوی
نفس نفس تو یہاں رحمتوں کی بارش ہے	ہے بدنصیب جسے زندگی نہ راس آئی	پیام لکھنوی
نئی بہار ہنسے اک نیا چمن کھل جائے	سمجھ سکے کوئی مطلب اگر اشاروں کا	شہزاد
نہیں کچھ اور تو ممکن تھی خودکشی پھر بھی	ہے کوئی بات کہ جیتا ہے آدمی پھر بھی	مسکین احمد حلیم
نظر سے نظر کی لڑی جب نظر	نظر نے نظر کو دیا دل نذر	نامعلوم
نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شرر کی لپک	ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا	انیس

و

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	خواجہ میر درد
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے	ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے	میر
وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا	پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی	"
وصل میں بھی نہیں مجالِ سخن	اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم	منور خاں غافل
وہ نہیں ہوں کہ دکھائی سے جو ٹل جاؤں گا	آج جانا تھا تو ضد سے تری کل جاؤں گا	آتش
وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغ جلے	تمام رات چراغوں سے اپنے داغ جلے	ناسخ
وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں	غالب
واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو	کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی	"
دستِ جنوں کے جائیے صدقے کہ چین سے	پھیلائے پاؤں ہم نے گریباں کے چاک میں	مومن
وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب	تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے	"
وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی	میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے	شیفتہ
واہ کیا اس گلبدن کا شوخ ہے رنگِ بدن	جامہ آبی اگر پہنا گلابی ہو گیا	اسیر لکھنوی
وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی	دیکھیے کون پیشتر آئے	جلیل مانکپوری

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد	دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے	اقبال
وہ شدت ہے تلاطم کی کہ اب جو کچھ ہے دریا ہے	مری کشتی بھی اک موجِ رواں معلوم ہوتی ہے	سیماب اکبرآبادی
وہ زمیں جنکا تھا دبدبہ کہ بلند عرش پہ نام تھا	انہیں کیوں فلک نے مٹا دیا کہ مزار تک کا نشاں نہیں	چکبست
وہ عشق کی عظمت سے شاید نہیں واقف ہیں	سو حسن کروں پیدا اک ایک تمنا سے	اصغر گونڈوی
وہی حقیقت سے باخبر ہے وہی علمدار زندگی ہے	جو وقت کے ساتھ ساتھ بھی ہے جو وقت پہ سخت گیر بھی ہے	شفیق
وہ سب کے سامنے اس سادگی سے بیٹھے ہیں	کہ دل چرانے کا ان پر گمان نہیں ہوتا	مجذوب
وہ سرخوشی دیکے زندگی کو شباب سے بہرہ یاب کر دے	مرے خیالوں میں رنگ بھر دے مرے لہو کو شراب کر دے	حفیظ جالندھری
وہ کون ہیں جنہیں توبہ کی مل گئی فرصت	ہمیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے	آنند نرائن ملا
وہ کیا جانے بھلا ہوتی ہے کیسی عاشقی راتیں	میسر ہو نہ جسکو تا سحر تکیہ پہ سر رکھنا	شوکت بلگرامی
وہ تو کہیے آپ کی الفت میں دل بہلا رہا	ورنہ دنیا چار دن بھی رہنے کے قابل نہ تھی	منظر لکھنوی
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں	تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے	فیض احمد فیض
وہ اگر برا نہ مانیں تو جہانِ رنگ و بو میں	میں سکونِ دل کی خاطر کوئی ڈھونڈ لوں سہارا	شکیل بدایونی
وہ تو بحر کی باتیں سنا رہے ہیں مجھے	جو سطح بحر پہ دو چار ہاتھ مار آئے	شمیم کرہانی
وہ زندہ ہے جو ہے موجِ وقت کی رو میں	وہ زندہ تر ہے جو طوفاں میں ٹھہرنا چاہے	نشور واحدی
وہ عہد کی شب خاموش فضائیں دلمیں خلش وہ آئیں نہ آئیں	در پہ نگاہیں لب پہ دعائیں اف رے محبت ہائے جوانی	خمار بارہ بنکوی
وہاں بھیجا گیا ہوں چاک کرنے پردۂ شب کو	جہاں ہر صبح کے دامن پہ عکسِ شام ہے ساقی	ساحر لدھیانوی

وہ عرضِ غم یہ مری ان کا اہتمام سکوت	تمام سوزشِ تفصیلِ واقعات گئی	کوثر جائسی
وہی ہے وجہ اداسی وہی ہے نام خلش	راہ و رسمِ دلِ ناکام سے جی ڈرتا ہے	جاوید کمال رامپوری
وہ کیا بتائیں انہیں خبر کیا جو صحنِ گلشن میں بس رہے ہیں	بہار کا لطف ہم سے پوچھو کہ ہم اسیرِ قفس رہے ہیں	حیات لکھنوی

ی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
یاں کی سفید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے	رات کو رو رو صبح کیا صبح کو جوں توں شام کیا	میر
یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم میں	قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اس کا	آتش
یہ سایۂ دیں کا ہے اسکی عالم کہ جس نے دیکھا ہوا ہے وہ دم	نیام تیغ قضا میرا لقب ہے قاتل کی آستیں کا	ناسخ
یاران تیز گام نے منزل کو جا لیا	ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے	حالی
یہ رُت کے نصف شب کو در میکدہ کھلا	مانگی ہے اک بزرگ تہجد گزار نے	ریاض خیرآبادی
یہ مسجد ہے یہ میخانہ تعجب اس پہ آتا ہے	جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی	سائل دہلوی
یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم	جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں	اقبال لاہوری
یہ بھیگی رات یہ ٹھنڈا آسماں یہ کیف بہار	یہ کوئی وقت ہے پہلو سے اٹھ کے جانے کا	دل ضمیر حسن خاں شاہ جہاں پوری
یوں نہ کٹی کسی طرح جب مری زندگی کی رات	چھیڑ کے داستان غم دل نے مجھے سلا دیا	سلیم وحید الدین
یہ کس نے شاخ گل لا کر قریب آشیاں رکھ دی	کہ میں نے شاخ گل ہی میں کانٹوں پر زبان رکھ دی	سیماب اکبرآبادی
یہ حیات عالم خواب ہے نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے	وہی کفر و دیں میں خراب ہے جسے علم راز جہاں نہیں	چکبست
یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی	یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا	اصغر گونڈوی
یہ عشق نے دیکھا ہے یہ عقل سے پنہاں ہے	قطرہ میں سمندر ہے ذرہ میں بیاباں ہے	،،
یہاں کوتاہی ذوق عمل ہے خود گرفتاری	جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے	،،

یہ وقت کا انتقام بھی ہے یہ زندگی کا پیام بھی ہے	کہ آج خسرو کے سر کی ٹوپی کلاہ مزدور ہو گئی ہے	شفیق
یوں زندگی گذار رہا ہوں ترے بغیر	جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں	جگر
یہی تو ہیں وہ ستون محکم انہی پہ قائم ہے نظم عالم	یہی تو ہے راز خلد و آدم نگاہ میری شباب تیرا	جوش
یہاں آویزش ہی ٹھیری تو ذرے چھوڑ کر	آدمی خورشید سے دست و گریباں کیوں نہ ہو	"
یہ انسان نادیدہ الفت کا مارا	خدا جانے کس کس کو سجدہ کریگا	منظر لکھنوی
یہ بھی رہے خیال ستانے کے ساتھ ساتھ	ہم بھی بدل رہے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ	تاثیر
یہ کس کے آستاں پر مجھ کو ذوق سجدہ لے آیا	کہ آج اپنی جبیں اپنی جبیں معلوم ہوتی ہے	حسرت
یہی بت شب کے اندھیرے میں جو ہیں نذر شوق	یہی بت دن کے اجالے میں خدا ہوتے ہیں	عابد
یہی ہے مطلع موزوں یہی ہے جان غزل	مری جمال طرازی تمہاری سیم تنی	عرش ملسیانی
یہ فرط شوق کہ صورت تری نہیں دیکھی	مگر جبیں تری تعظیم کے لئے خم ہے	نشتر
یاد ماضی عذاب ہے یا رب	چھین لے مجھ سے حافظہ میرا	اختر انصاری
یہاں تو راتوں کی بیداریاں مسلّم ہیں	مگر وہاں بھی جبینوں کی جھریوں میں خواب نہیں	مجاز
یہ رنگ بہار عالم ہے کیوں فکر ہے تجھکو اے ساقی	محفل تو تری سونی نہ ہوئی کچھ اٹھ بھی گئے کچھ آ بھی گئے	"
یہ جیتے جی نرگس کی کلیاں کیا جانے کیسے کھلتی ہیں	جو کھلتی ہیں ہنستی ہیں اور رکھتی بھی ہیں بہاروں میں	جذبی
یہ مہر و ماہ و کواکب کی بزم لامحدود	صلائے دعوت پرواز ہے بشر کے لئے	حبیب احمد صدیقی
یہ وہ منزل ہے کہ الیاس بھی گم خضر بھی گم	ہائے آوارگی شوق کدھر سے گذرے	تاباں

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
یہ فکر ہے کہ ان آسودگی کے دھوکوں میں	تری خودی کو بھی نیند آگئی تو کیا ہوگا	احسان دانش احمد ندیم قاسمی
یہ سب درست شبِ ہجر کی سحر تو ہوئی	مگر شفق میں مرا خونِ آرزو تو نہیں	آزاد
یہ زمیں او اسکی یہ وسعتیں نہ مری بنیں نہ تری بنیں	مگر اس کو بھی یہ ضد ہمیں وہ ترا وطن یہ مرا وطن	نثار احمد نثار اٹاوی
یہ دل والوں سے پوچھو اسکو دل والے سمجھتے ہیں	نگار آئی ہو زلفیں کسی کی یا سنوار آئی	راز مراد آبادی
یقین عشق نہیں اعتبارِ حسن نہیں	یہ وہم کیا مرے دل میں سما جاتے ہیں	شمیم کرہانی
یادِ ماضی غمِ امروز امید فردا	کتنے سائے مرے ہمراہ چلا کرتے ہیں	ظہیر کاشمیری
یہ رات یہ بیکراں اندھیرے	اک دل کا چراغ جل رہا ہے	خمار بارہ بنکوی
یاد ش بخیر تھا کبھی دوش پر آفتاب	وہ دل جو ایک قطرۂ شبنم ہے ان دنوں	سالک لکھنوی
یونہی انسانوں کے شہروں میں ملا اپنا وجود	کسی ویرانے میں اک پھول کھلا ہو جیسے	حسن بریلوی
یہ حسنِ خود فروش عجیب جنس ہے حسن	وہ بک گئے جو اس کے خریدار ہو گئے	محمود ایاز
یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم	بھول جاؤ تو فاصلہ ہے بہت	عتیق احمد عتیق
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ چاندنی، یہ بہار	نگاہ میں نہ اٹھاؤں تو سب کے سب بیکار	جعفر حیات لکھنوی
یہ نظمِ عالم کہ درسِ عبرت کہ صبحِ عشرت بھی شامِ غم ہے	چراغ جلتے تھے جس کے دم سے وہ روشنی کو ترس رہے ہیں	ذکی کاکوروی
یاد آئے ہیں اف گنہ کیا کیا	ہاتھ اٹھائے ہیں جب دعا کے لئے	//
یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار	یہاں منزل نہیں ہے راستہ ہے	//